ترجمہ کتاب اسرار الاولیاء

حسب ضابطہ رجسٹری شدہ

سلسلۂ تصوف نمبر ۸۰

اُردُو ترجمہ کتاب

اسرار الاولیا

یعنی

ملفوظات صاحب المکارم سلطان الاولیا قطب العالم۔ وارث انبیا۔ تاج الاصفیا شمس العارفین حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنجشکر اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ

جمع کردہ

حضرت خواجہ بدالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

جسے

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زئیاں ۲۱ بازار کشمیری

لاہور

نے بصرف زر کثیر با محاورہ اردو ترجمہ کرا کر

نولکشور سٹیم پریس لاہور میں چھپوایا

تصوف کی سراپا رحمت بےنظیر قابل دید کتابوں کا لاجواب سلسلہ

مثنوی مراد العاشقین

یہ مثنوی زلیخا ملا جامی کے بحر میں حضرت قدوۃ السالکین سید مراد علیشاہ صاحب کی اعلےٰ تصنیفات میں سے ہے یہ ایسی دلچسپ اور مقبول و مؤثر نظم ہے کہ اگر کوئی خوش الحال پڑھے تو سامعین فوراً وجد میں آجاتے ہیں اور جوش محبت سے ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ دردمند دل اور عاشقان الٰہی کیلئے تو گویا خدا سے ملنے کا زینہ ہے ✤ قیمت ... ۶ر

اُردو ترجمہ کتاب رفیق السالکین

اس کتاب میں امام العارفین سراج السالکین محبوب خدائے ذوالجلال حضرت میر کلال علیہ رحمت اللہ التعال کے مبارک حالات ہیں۔ اس نایاب کتاب کا بھی طالبان مولےٰ کی خاطر اردو ترجمہ کرایا گیا ہے۔ یہ کتاب مشائخان طریقہ نقشبندیہ کی علاوہ دیگر سلاسل کے حضرات کیلئے بھی ازبس مفید اور قابل مطالعہ ہے ✤ قیمت ... ۸ر

مختصر مجموعہ وظائف چشتیہ مترجم ترجمہ اُردو و ترجمہ ہندی بطرز مسدس

جسمیں نوونہ نام باریتعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اسبوع اشریف و درود مستغاث اور شجرہ خاندان چشتیہ وغیرہ درج ہیں۔ مترجم نے ترجمہ ہندی نظم میں بطرز مسدس اس خوبی سے کیا ہے جو تعریف کا محتاج نہیں۔ اس کی دو بند مجلس صوفیانہ میں پڑھے جائیں تو حاضرین وجد میں آئیں۔ اور سامعین از خود رفتہ ہو جائیں ✤ قیمت ... ۸ر

اردو ترجمہ چہل مکتوب حضرت خواجہ عثمان جالندھری نقشبندی علیہ الرحمۃ

ان چالیس مکتوبات میں حضرت نے مسائل توحید کو خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے وہ انہیں کا حصہ تھا۔ قیمت ... عہ

اُردو ترجمہ کتاب تحفہ قادریہ

اس رسالہ بابرکت میں حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ لاہوری نے جو عاشق جناب سید عبد القادر جیلانی کے ہیں جناب غوث پاک کے مناقب اور کرامات کو نہایت معتبر روایات سے عجیب دلکش اور پر اثر طریق سے قلمبند فرمایا ہے۔ اور تحریر عبارت میں جناب علیہ الرحمۃ نے اپنی سچے عشق اور بیتابی کا نہایت پر درد الفاظ میں ثبوت دیا ہے جس کی مطالعہ سے انسان پر فوری اثر نمودار ہوتا ہے اس کتاب کو طالبان مولا کی خاطر نہایت عام فہم اُردو زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے اور بہت بڑی کوشش سے چھپایا گیا ہے ✤ قیمت ... ۸ر

لکچر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

یعنی امام غزالی علیہ الرحمۃ کے خیالات و تحقیق مذہب کی دلچسپ تاریخ اور قریباً ۵۰۰ ہجری کی تصنیف ہے، نہایت خوبی سے اُردو زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اسکے اصل کتاب بھی چھپی ہے تاکہ جس شخص کو اردو میں مغالطہ پڑے وہ اصل کتاب عربی سے مقابلہ کر کے تصحیح کر کے ✤ قیمت ... ۱۰ر

اُردو ترجمہ کتاب مقصد الاقصےٰ

یہ کتاب حضرت خواجہ عزیز الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلےٰ تصنیفات میں سے ہے۔ اس میں حضرت نے اہل تصوف کیلئے بہت بڑا احسان فرمایا ہے ✤ قیمت ... ۳ر

اُردو ترجمہ کتاب

اسرار الاولیاء

یعنی

ملفوظات زاہد الانبیاء سراج الاولیا حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر مسعود اجودھنی چشتی رحمتہ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت خواجہ بدر اسحاق رحمتہ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نور قلوب العارفین بنور معرفتہ وفضل احوال المحبین علی العالمین بکمال فضلہ وحکمتہ بے عد ثنا اس خالق کو جس کے فضل کے فیض سے صاحب المکارم سلطان الاولیا قطب العالم وارث الانبیاء تاج الاصفیاء شمس العارفین فرید الحق والشرع والدین ادام اللہ تقوہٗ کے الفاظ دُر بار کے فوائد جو میں نے سُنے لکھے اور اُن کا نام اسرار الاولیاء رکھا +

بعد ازاں بندہ درویشاں خادم الفقراء والمساکین بدر اسحاق جو ان معانی کا جمع کنندہ ہے عرض پرداز ہے۔ کہ جب پا بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اسی وقت آنجناب نے فرمایا اے درویش! انوار اور اسرار کے لئے حوصلہ وسیع چاہیئے۔ تاکہ دوست کے اسرار قرار پکڑیں اور مقام بنائیں۔ اگر دوست کا ایک بھید بھی ظاہر کر دیا جائے۔ تو سر برباد ہو جاتا ہے جیسا کہ منصور حلاج کا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ دوست کے بھید ہیں۔ پس جو سر انسان کو عالم انوار تجلّی سے حاصل ہو اسے ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ عام طور پر مشہور ہے۔ کہ جو شخص بادشاہوں کے بھید ظاہر کر دے۔ وہ دوسرے بھیدوں کے لائق نہیں ہوتا +

بعد ازاں فرمایا۔ "اے درویش! تمام اسرار الٰہی تعداد میں ستر ہزار ہیں۔ جو ہر روز اولیاء اللہ کے دلوں پر عالم نورانی سے نازل ہوتے ہیں۔ اور نیز اس دل پر جو ان اسرار کا ڈھونڈھنے والا ہو

لیکن اے درویش! اسرار الٰہی کا پہلا مقام یہ ہے۔ کہ جبکہ عاشق پر اسرار اور انوار متجلی ہوتے ہیں۔ اگر ان کا ذرہ بھر بھی باہر نکلے تو تمام جہان منور ہو جائے۔ پس اس راہ میں صادق ہونا چاہیئے تاکہ دوست کے سارے اسرار سے واقف ہو جائے۔ اور ذرّہ بھر بھی ظاہر نہ کرے۔ اگر پہلے ہی مقام میں بھید ظاہر کر دیگا تو بہت ہی کم حوصلہ ہوگا۔ وہ اور سر کے لائق نہیں ؛

پھر فرمایا۔ اے درویش! مشائخ طبقات کے سلوک میں لکھا ہے۔ کہ جب کسی آدمی کو سر کی اطلاع دی جائے اور وہ اُس کی طاقت نہ لا سکے۔ اور ظاہر کر دے تو اسکی وُہی سزا ہوتی ہے۔ جو اُس شخص کی ہوتی ہے کہ جو بادشاہوں کا بھید ظاہر کرتا ہے ؛

فہرست کتاب

بعدازاں بندۂ درویشاں خادم ملک الفقراء و المساکین بدر اسحاق جو ان معانی کا جامع ہے عرض پرداز ہے۔ کہ جس وقت پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اُسی وقت شرف بیعت سے مجھے مشرف فرمایا۔ اور چہار ترکی کلاہ جو کہ دین اور دنیا کی دولت ہے۔ بندے کو عطا فرمائی الحمد للّٰہ علیٰ ذالک

فصل اوّل

سُخن در ذکر اسرار اولیاء

سوموار کے روز اٹھارہویں ماہ شعبان سنہ [illegible] ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ زبان مبارک

سے فرمایا۔ کہ خواجہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہمشیرہ تھیں۔ جن کی یہ عادت تھی۔ کہ بغداد کے جنگل میں جاکر یاد الٰہی میں مشغول ہوا کرتیں۔ اور جب واپس آتیں تو فرشتے کو حکم ہوتا۔ جو کہ اسرار الٰہی کی بہشتی شراب کا ایک پیالہ لا کر آپ کے ہاتھ پر رکھتا۔ اور آپ اسے پی لیتیں۔ واپس اپنے مکان میں آجاتیں۔ جب اس حال کی خبر خواجہ منصور کو ہوئی۔ تو آپ چھپ کر دیکھتے رہے۔ جب آپ باہر نکلیں اور حسب عادت روانہ ہوئیں۔ اور پیچھے پیچھے خواجہ منصورؒ بھی روانہ ہوئے۔ جب رات کے آخری حصے میں یاد الٰہی سے فارغ ہوئیں۔ اور فرشتہ حسب معمول پانی کا پیالہ لایا۔ اور آپ پینے لگیں۔ ابھی تھوڑا سا پیا تھا۔ اور کچھ باقی تھا۔ کہ خواجہ منصور پکارتے ہوئے آئے۔ کہ بہن میرا حصہ رکھ لینا۔ آپ نے مڑ کر منصور کو دیکھا۔ تو بہت افسوس کیا۔ کہ میرا بھید ظاہر ہو گیا۔ پھر منصورؒ کو کہا۔ اے منصور! تو پی جائیگا۔ لیکن اسے برداشت نہیں کر سکیگا۔ الغرض خواجہ منصور نے اسے پی لیا۔ جونہی ایک گھونٹ پیا از خود رفتہ ہو گئے۔ اور انا الحق پکار اٹھے۔ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ رونے لگیں۔ اور کہا۔ اے منصور! تنگ حوصلہ تو نے اپنے تئیں بھی رسوا کیا۔ اور مجھے بھی۔

بعد ازاں جب خواجہ صاحب شہر میں آئے۔ اور انا الحق کہا۔ تو سُولی چڑھائے گئے۔ اس وقت آپ کی ہمشیرہ نے واپس جاکر کہا۔ اے منصور! کیا میں تجھے کہتی نہ تھی۔ تو اسکی برداشت نہیں کر سکیگا۔ چونکہ تو نے بھید ظاہر کر دیا ہے اس لئے اب تو مارا جائیگا۔ الغرض خلقت نے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ منصور مرد تھا جس نے دوست کی راہ میں جان دیدی۔ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ نے مسکرا کر فرمایا۔ اے غافلو! اگر میرا بھائی منصور مرد ہوتا۔ تو محبت کے شربت کا ذرہ بھر چکھ کر از خود رفتہ نہ ہو جاتا۔ وہ مرد ہی نہ تھا جو اس طرح مدہوش ہو گیا۔ پھر اپنی حکایت یوں بیان فرمائی۔ کہ قریباً بیس سال سے ہر رات اسرار دوست کا ایک پیالہ مجھے ملتا ہے۔ جسے میں پی لیتی ہوں۔ لیکن کبھی از خود رفتہ نہیں ہوئی۔ بلکہ ہر روز ہل من مزید پکارتی ہوں۔ اس وقت شیخ الاسلام آب دیدہ ہو کر زار زار روئے اور بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو فرمایا۔ کہ اے درویش! راہِ خدا میں ایسے مرد بھی ہیں کہ ایک ساعت میں دوست کے اسرار کے لاکھ دریا پی جاتے ہیں۔ لیکن ذرہ بھر اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! کہ جو شخص محبت میں ثابت قدم اور سچے وعدے والا نہیں جان لے۔ کہ وہ قیامت کے دن محبوب میں ضرور شرمندہ ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن مجنوں کو حاضر کرنے کا حکم ہوگا۔ جب اسے لایا جائیگا۔ تو پھر تمام اولیاء کو جو محبت کے مدعی ہونگے۔ اس کے پاس لایا جائیگا۔ اور حکم ہوگا۔ کہ تم محبت کا دعوےٰ کرتے ہو۔ تو

ایسا کرو۔ جیسا کہ مجنون نے کہا۔ کہ جب تک وہ زندہ رہا لیلیٰ کی دوستی میں غرق رہا۔ اور جب مرا تو بھی اسی کی محبت میں غرق تھا۔ اور اب جب اُس کا حشر ہوا ہے تو بھی اُسی کی محبت میں مستغرق ہوگا +

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اس قدر محبوں کے لئے ہے یعنی ان کے لئے جو محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ انہیں ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ تاکہ ذرہ بھر بھی دوستی میں کمی نہ آسکے۔ بلکہ ہر روز زیادہ ہوتی جائے +

بعد ازاں فرمایا۔ اے درویش! نظامی گنجوی رح صاحب نعمت تھے۔ جو کچھ آپ نے سلوک کے بارے میں لکھا ہے۔ کسی نے نہیں لکھا میں ایک مرتبہ درویشوں کی مجلس میں حاضر تھا۔ سماع میں قوالوں نے یہ دو شعر گائے۔ جن کے سننے سے ہر بار وہی حالت اور حیرت طاری ہوتی تھی۔ اگر سو سال تک بھی ایسا وقت طلب کریں تو شاید نہ ہی ملے۔ وہ شعر یہ ہیں ؎

آں عشق کہ بود کم نگردد ۔۔۔ تا باشد ازاں قدم نگردد

عشقے کہ نہ عشق جاوداں است ۔۔۔ بازیچہ شہوت جواں است

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! فقرا اہل عشق ہیں اور علماء اہل عقل۔ اسی واسطے انکے مابین تضاد رہتا ہے +

پھر فرمایا! اے درویش! کام سے واقف وہی لوگ ہیں۔ جن میں یہ دونوں باتیں یعنی عشق اور عقل پائی جاتی تھیں۔ راہ سلوک میں درویش کا عشق علماء کی عقل پر غالب ہے +

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ ایک درویش تھا نام مبرادوست تھا۔ جو واصل خدا اور صاحب درد تھا۔ جب وہ رستہ چلتا تو مستوں کی طرح جھوم جھوم کر چلتا +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک واصل جوانی کے دنوں میں ایک عورت پر عاشق تھا۔ ایک رات وہ اپنی معشوقہ کے مکان کی دیوار کے پاس کھڑکی کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ اس معشوقہ نے کھڑکی سے سر نکالا اور دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ شام سے لیکر صبح تک باتیں ہی کرتے رہے۔ جب صبح کی اذان ملی۔ تو انہوں نے سمجھا۔ کہ شاید ابھی عشاء کی اذاں ہے۔ لیکن جب اچھی طرح دیکھا۔ تو صبح کا وقت تھا۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی۔ کہ اے جوان! تو نے عورت کے عشق میں شام سے صبح کر دی۔ کبھی یاد حق کی خاطر بھی ایسا کیا ہے۔ جب اس جوان نے یہ آواز سنی۔ تو فوراً توبہ کی اور یاد حق میں مشغول ہو گیا۔ اس وقت شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ ان اسرار میں سے ایک یہ ہے۔ کہ وہ واپس چلا گیا۔ پس اے درویش! جسے اس قسم کا ذوق حاصل ہو گیا۔ بھلا وہ کب پھر غیر سے الفت کرتا ہے +

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ ایک دفعہ مجنوں نے سنا۔ کہ لیلیٰ صدقہ دے رہی ہے۔ اٹھ کر کاٹھ کا پیالہ ہاتھ میں لے لیلیٰ کے ادھر اُدھر پھرنے لگا۔ لیلیٰ نے سب کو کچھ نہ کچھ دیا۔ لیکن مجنوں کو کچھ نہ دیا۔ جب اٹھ کر اندر چلی گئی۔ تو مجنوں مارے خوشی کے رقص کرنے لگا۔ لوگوں نے طعن کی۔ کہ کونسا

موقع رقص کا ہے۔ نہ ہی اُس نے تجھے کچھ دیا۔ اور نہ ہی تیری طرف توجہ کی۔ مجنوں نے کہا۔ بیشک دیا تو اُس نے کچھ نہیں لیکن اتنا تو دیکھ لیا۔ کہ مجنوں ہے ۞

پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ اے درویش! اس بات کی قدر اُسکو معلوم ہوتی ہے جو دریائے محبت میں غرق ہو یا عالم غیب کے چشمہ رواں سے اسے روزی نصیب ہو ۞

پھر فرمایا۔ اے درویش! جو شخص محبت اور عشق کا دعوےٰ کرتا ہے وہ معشوق کا دروازہ اس وقت تک کھٹکھٹاتا رہتا ہے جب تک اُس کے قالب میں جان ہے۔ اِس واسطے کہ شائد کسی وقت کُھل جائے۔ اور کسی مرتبے کو پہونچ جائے ۞

پھر فرمایا۔ اے درویش! بنی اسرائیل میں ایک زاہد نے ستر سال اللہ تعالےٰ کی عبادت کی۔ آخر اُسوقت کے پیغمبر کو حکم ہوا۔ کہ فلاں زاہد کو کہدو۔ کہ طاعت میں بیہودہ تکلیف نہ اُٹھاؤ۔ ہمیں تمہاری عبادت منظور نہیں۔ جب پیغمبر وقت نے یہ پیغام دیا تو زاہد رقص کرنے لگا۔ وجہ پوچھی تو کہا۔ گو میری طاعت قبول نہیں مگر شمار میں تو ہوں اور مجھے یاد تو کیا ہے ۞

پھر فرمایا۔ اے درویش! اس راہ میں صادق اور عاشق وہی ہے۔ کہ عالم اسرار سے جو مصیبت وغیرہ اُس پر نازل ہو اس پر صبر کرے اور راضی رہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے کلام مجید میں فرمایا ہے۔ "ربنا افرغ علینا صبراً وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین" پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر پڑھے۔ جس سے خاص ہی حالت اور حیرت طاری ہوئی ؎

سریست مرا درون جاں در شفقت ۔۔۔ گر سر رود اے دوست نگویم باکس

؎

سریست عاشقاں را در طاقت نہانی ۔۔۔ پوشیدہ دار از خود تا آنجا خجل نہ مانی

بعد ازاں فرمایا۔ اے درویش! صاحب سر میں ذاتی قوت اس قسم کی ہونی چاہیئے۔ کہ جو سر حق اس پر نازل ہو۔ اسے محفوظ رکھ سکے ۞

پھر فرمایا اے درویش! خواجہ معین سنجری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ دوست کے اسرار خوبصورت ہیں۔ اور خوبصورت عاشق کے دِل ہی میں قرار پکڑتا ہے۔ اس واسطے کہ جب یحیٰی معاذ رازی قدس سرہ العزیز سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کو کبھی ہنستے یا بات کرتے نہیں دیکھا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ کوئی گھڑی ایسی نہیں گذرتی۔ کہ اللہ تعالےٰ کی تجلی کے انوار اور اسرار میرے دِل میں نہ ہوں۔ پس جس دِل میں دوست کے اسرار اور انوار ہوں۔ اِسے ہنسی اور باتوں سے کیا واسطہ۔ پس اے درویش! ہنسی اور بات چیت اسی روز ہوتی ہے۔ جب یہ حکم ہوتا ہے کہ "وصل الحبیب الی الحبیب" یعنی دوست سو دوست سے جا ملا ۞

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ امیرالمومنین عمرؓ بن خطابؓ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نے کیا بات دیکھی جو حقتعالیٰ سے آشنائی کی۔ فرمایا۔ ایک روز میں بیٹھا تھا۔ کہ محبت کا آئینہ میرے ہاتھ میں دیا۔ جس سے میں نے اس میں نگاہ کی۔ تو مجھے ایک صورت دکھائی دی۔ جس پر میں شیفتہ ہو گیا۔ فریاد کر اُٹھا۔ اور توبہ توبہ اور استغفار کی اور کہا کہ یہ نعمت مجھے عطاء ہو۔ حکم ہوا کہ یہ نعمت تجھے دیتے تو ہیں۔ لیکن کسی پر ہمارا یہ بھید ظاہر نہ کرنا۔ تاکہ اور بھید کے لائق ہو سکے ٭

پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ رُباعی پڑھی۔ جو جناب قاضی حمیدالدین ناگوری کی زبان مبارک سے ایک مجلس میں سنی تھی رُباعی

عشقِ تو مرا اسیر و حیراں کردہ است   در کوئے خرابات پریشاں کردہ است
با ایں ہمہ رنج و محنت اے دوست ببیں   اسرار تو در دلم کہ پنہاں کردہ است

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! خواجہ حسن ابوالخیر خرقانی رحمۃ اللہ علیہ راستہ چل رہے تھے۔ آپ کی مونچھیں بڑھ گئی تھیں۔ ایک نائی نے آپ کو کہا۔ کہ لاؤ آپ کی حجامت بنا دوں۔ آپ نے فرمایا۔ میرے پاس پیسہ نہیں۔ نائی نے کہا پھر دے دینا۔ جب نائی نے حجامت بنائی۔ جس درخت تلے بیٹھے اوپر کی طرف دیکھ کر عرض کی یاالٰہی میں کیا درخواست کروں۔ خواجہ صاحب نے ابھی یہ بات کی ہی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ درخت ہلا۔ اور زمین سُرخ دیناروں سے پُر ہو گئی۔ نائی حیران رہ گیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جتنا اُٹھا سکتے ہو اُٹھا لو۔ یہ کہکر وہاں سے چل دئیے ٭

پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ اے درویش! مردانِ خدا ایسا ہی کرتے ہیں۔ ہر ایک درماندہ کو نعمت عطا کر کے وہاں سے چل دیتے ہیں ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک صاحبِ حال ہر روز صبح کو اُٹھ کر یہ فریاد کیا کرتا تھا۔ تاکہ دوست کا عشق آ جائے اور ہستی کا نام و نشان مٹا دے۔ ایک روز وہ اپنے عشق کی آگ سے جل ہی گیا اور یگانہ ہو گیا۔ پس اے درویش! جہاں پر محبّت آتی ہے۔ دوئی درمیان سے اُٹھ جاتی ہے۔ محبت کے معاملہ میں یگانہ ہونا چاہئیے۔ تاکہ محبت کے وصال خانہ میں دخل پا سکیں۔ اگر ایسا نہ ہوگا۔ تو ہرگز ہرگز دخل نہیں پایا جائیگا ٭

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ مثنوی پڑھی اور فرمایا۔ کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے مجلس میں سُنی تھی۔ اور اب تک اس مثنوی کے ذوق میں ہوں

"نفس من ز عشقِ دوست زدم   خاست از لب دوئی جز دوست

بعد ازاں غلبات شوق سے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے

نکاح کیا۔ اور زلیخا نے مہتر یعقوب علیہ السلام کا دین قبول کیا۔ اور یاد حق میں مشغول ہوئی۔ تو ایک روز مہتر یوسف علیہ السلام زلیخا کا پیچھا کرتے تھے۔ اور آپ پیچھا چھڑاتی تھیں۔ اس وقت یوسف علیہ السلام نے پوچھا۔ کہ ایک دن وہ تھا۔ کہ تو میرا پیچھا کرتی تھی۔ اور میں پیچھا چھڑاتا تھا اور آج میں پیچھا کرتا ہوں اور تو چھڑاتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ کہا۔ اے یوسف! اس دن مجھے اللہ تعالے کی آشنائی حاصل نہ تھی۔ اور اُس کی پرستش سے دور تھی۔ تیرے سوا کسی سے آشنائی نہ تھی۔ میں سمجھتی تھی۔ کہ بس تو ہی تو ہے۔ اِس واسطے میں تیرا پیچھا کرتی تھی۔ لیکن اب میں نے اللہ تعالے کو پہچان لیا ہے اور اُسکی پرستش میں مشغول ہوں اور مجاہدہ سے مشاہدہ تک پہنچ گئی ہوں۔ اور اُس کی دوستی میرے دل میں قرار پکڑ گئی ہے۔ پس اے یوسف! اب تو تُو اور لاکھ تجھ سے بہتر میری نگاہ میں نہیں۔ جب مجھے اللہ تعالیٰ سے اُلفت ہو گئی ہے۔ اگر اب میں اسکے غیر سے اُلفت کروں تو میں جھوٹی مدعی بنونگی۔ نہ کہ اس کی محبت میں صادق۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! جب موسیٰ علیہ السلام نے رویت کی درخواست کی۔ کہ ربّ ارنی انظر الیک، تو حکم ہوا۔ کہ اے موسیٰ! یہ کیا گستاخی ہے جو تو نے ہماری بارگاہ میں کی ہے۔ کیونکہ ہم نے وعدہ کر لیا ہے۔ کہ جب تک محمد پیغمبر آخر الزمان اور اُسکی اُمتیں جو میری محب ہیں ہمارا دیدار نہ کر لینگی کوئی شخص ہمارا دیدار نہیں کر سکیگا۔ پس اے درویش! چونکہ مہتر موسےٰ علیہ السلام محبت حق کے شوق سے مالا مال تھے اس بات کو نہ سُنا اور دوسری مرتبہ پھر وہی درخواست کی۔ حکم ہوا۔ کہ اے موسیٰ! ہم تجلے تو کرینگے۔ لیکن تو برداشت نہیں کر سکیگا۔ عرض کی کر سکوں گا۔ حکم ہوا۔ اچھا کوہ طور پر جا کر بندوں کی طرح دوگانہ ادا کرو۔ اور دو زانو ہو کر باادب بیٹھو۔ تاکہ ہم تجلے کریں۔ جب ایسا کیا۔ اور ذرہ بھر نور نے تجلے کی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور آپ تین دن تک بیہوش پڑے رہے۔ پھر آواز آئی وخر موسیٰ صعقا، اے موسیٰ کیا ہم نہیں کہتے تھے۔ کہ تو نور کی طاقت کی برداشت نہیں کر سکیگا۔ پھر یہ فرمان ہوا۔ اے موسیٰ! ہماری ذرہ بھر تجلے سے بیہوش ہو گیا۔ اور ہمارا بھید ظاہر کر دیا۔ میرے ایسے بندے بھی ہونگے جو آخر الزمان میں پیدا ہونگے۔ اور اُمت محمدی میں ہونگے۔ جن پر ہر روز ہزار مرتبہ تجلی کروں گا۔ پھر بھی وہ ذرہ بھر تجاوز نہیں کرینگے۔ بلکہ انا مشتاق الی الحبیب کی فریاد کرینگے۔

پھر فرمایا اے درویش! عشق کی آگ ایسی ہے۔ جو درویش کے دل کے سوا اور کہیں قرار نہیں پکڑتی۔ اگر صاحب درد اپنے سینے سے ایک آہ نکالے۔ تو شرق سے لیکر غرب تک جو کچھ ہے۔ سب کو جلا کر ملیا میٹ کر دے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ اے درویش! جب مہتر موسےٰ علیہ السلام پر انوار کی تجلی ہوئی۔

تو عشق سے مشرف ہوئے ٭

پھر فرمایا - جب نور عشق سے آپ جلنے لگے تو سونے چاندی کی اوٹ کی - وہ بھی نہ رہی اور جل گئی - پھر حکم ہوا - کہ اے موسٰی ! اگر ایسے لاکھ پردے بھی کریگا تو بھی نہیں رہینگے - ہاں اگر بچنا ہے - تو کسی گودڑی پوش کا خرقہ مانگ کر اس کا برقعہ بنا - البتہ وہ نہیں جلیگا - جب آپ نے اسی طرح کیا - تو اس خرقہ کا ایک تار بھی نہ جلا ٭

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا - اے درویش ! واضح رہے - کہ درویش اور جو کچھ اُس کے وجود میں ہے وہ سب کچھ تجلے الٰہی کے نور سے پیدا کیا گیا ہے - پس جو حقیقت ہے - وہ کس طرح جل سکتی ہے - نیز فرمایا - کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ درویشوں کو عشق کی خاک اور انوار تجلی سے پیدا کیا گیا ہے - پھر فرمایا - اے درویش ! زاد المحبین میں لکھا دیکھا ہے - کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و قدرت سے اہل عشق کو عالم موجودات میں پیدا کرنا چاہا - تو زمین کا ایک ایسا قطعہ تھا - جس کی طرف شوق اشتیاق انوار تجلے اور اسرار عشق کی نگاہ سے دیکھا وہ قطعہ ہلنے لگا - اور ابتدا ہی میں عالم سکر میں پڑ کر فریاد کرنے لگا - کہ انا المشتاق فی لقاءِ رب العالمین ؑ میں دونوں جہان کے پروردگار کے دیدار کا مشتاق ہوں - پھر اس زمین سے اہل عشق پیدا کئے گئے - درویشوں کو جو ولولہ ابتدا ر سے لیکر انتہا تک ہوتا ہے اور دریائے محبت میں غرق رہتے ہیں - اس کی یہی وجہ ہے ٭

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا - کہ ایک اصل حق مناجات میں کہا کرتا تھا - اے پروردگار اگر تو قیامت کے دن مجھے جلائیگا یا دوزخ میں بھیجیگا - تو مجھے تیرے جلال اور عزت کی قسم کہ دوزخ کے دروازے پر بیٹھ کر سے ایک آہ ایسی نکالوں گا جو دوزخ کی ساری آگ کو نگل جائیگی - اور ناچیز کر دے گی - اس سے پوچھا گیا - کہ اے خواجہ ! یہ تو کیسی بات کہتا ہے دوزخ کی آگ کس طرح نگلی جا سکتی ہے - فرمایا - اس واسطے کہ اگر آتش محبت کے بالمقابل دوزخ کی سی لاکھوں آگیں جلائی جائیں تو جب صاحب عشق اپنے سینے کی آہ نکالیگا - سب کو نابود کر دیگا - اس واسطے کہ محبت کی آگ سے بڑھ کر تیز آگ اور کوئی نہیں ٭

بعد ازاں فرمایا - کہ اے درویش ! درویش کے سینے میں اس قسم کی آگ رکھی گئی ہے - کہ خدانخواستہ اگر ایک شعلہ اس کا نکلجائے - تو عرش سے تحت الثرٰے تک سب کچھ جلا کر راکھ کر دے ٭

پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ مصرعہ پڑھا مصرعہ درسینۂ عاشقاں ہمہ دردنہفت -

آپ بار بار اس مصرعہ کو پڑھتے اور بیہوش ہو جاتے - جب ہوش میں آتے تو فرماتے - کہ تین وقت میں رحمت نازل ہوتی ہے - اول سماع کے وقت اہل سماع پر رحمت نازل ہوتی ہے - دوسرے درویشوں کے ماجرے کے وقت - تیسرے جبکہ عاشق انوار تجلی کے عالم میں متغرق ہوتے ہیں ٭

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا - کہ اے درویش ! ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اور

خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہم سماع کی ایک مجلس میں تھے وہ دونوں بزرگوار سماع میں تھے۔ ایک رات دن رقص کرتے رہے لیکن نماز کے وقت نماز ادا کر لیتے۔ اسی اثناء میں انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھانا شروع کیا۔ وہاں بھی رقص ہی کرتے رہے جس قصیدے سے وجد ہوا وہ یہ ہے۔ ابیات

من آں نیم کہ زعشق تو پائے پس آرم — اگر بہ تیغ کشندم درِ تو نگذارم
مپرس از شبِ ہجراں چگونہ میگذرد — مبادا ہیچ کسے را قوی است دشوارم
من از جمالِ تو اے سرو باغ نادیدم — ہوس نشد کہ گمے دل رود بگلزارم
اگر دہند بفردا بہشت باہمہ چیز — بحبۂ نخرم من کہ مست دیدارم

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں ایک صاحب حالت درویش کے پاس گیا۔ جو عالم شوق اور اشتیاق میں تھا۔ درد اور حال کی وجہ سے ہر بار سجدے میں سر رکھتا اور پھر اُٹھ کھڑا ہوتا اور یہ شعر پڑھتا ؂

جاں دہم از برائے جاناں من — گر بود صد ہزار جاں در تن

میں گنتا گیا۔ تقریباً ہزار مرتبہ اس نے ایسا کیا۔ ہر مرتبہ بیہوش ہو ہو جاتا تھا۔ اور سر سجدے میں رکھتا تھا۔ جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کئے۔ تو اندر چلے گئے اور میں اور اَور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک +

فصلِ دوم

سخن در احوال متعبداں و درویشاں صاحب حال افتادہ بود

جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو درویش کمال الدین حاکم اجودھن اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے جو خانہ کعبہ کی زیارت سے آرہے تھے۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ متعبد ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ جن کا ظاہر و باطن حق سے آراستہ ہو اور کسی قسم کا ریا۔ حسد۔ بغض اور کھوٹ ان کے ظاہر و باطن میں نہ ہو۔ جو طاعت کریں۔ خالص اللہ تعالیٰ کی خاطر کریں نہ کہ خلقت کو دکھانیکے لئے۔ کیونکہ جو متعبد ظاہر میں عبادت کرے اور باطن اُس کا خراب ہو۔ اُس کی ہر ایک عبادت لپیٹ کر اسکے منہ پر ماری جاتی ہے۔ بلکہ راہِ سلوک میں تو اس بات کا بھی ڈر ہے۔ کہ کہیں اسکے ایمان میں خلل نہ آجائے نعوذ باللہ منہا +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! بعض متعبد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا ظاہر آراستہ ہوتا ہے۔ اور ظاہر میں خلقت کو دکھانیکے لئے بہت عبادت کرتے ہیں لیکن باطن میں اس یار کی طرف متوجہ نہیں ہوتے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! متعبدوں کی چار قسمیں ہیں۔ اول وہ جن کا ظاہر طاعت سے

آراستہ ہوتا ہے۔ لیکن باطن خراب ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جن کا ظاہر خراب لیکن باطن آراستہ ہوتا ہے۔ تیسرے وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں خراب۔ چوتھے وہ جن کا ظاہر و باطن دونو آراستہ ہوتے ہیں +

بعدازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! سنو! جن کا ظاہر طاعت سے آراستہ ہے۔ لیکن باطن خراب ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو لوگوں کے دکھلاوے کی خاطر بہت عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ انہیں عزیز جانتے ہیں۔ اور ان کا دل دنیا میں مشغول ہوتا ہے +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد نے پانسو سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ جب وہ مرگیا تو اسے خواب میں دیکھا۔ کہ آگ کے طوق اسکے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں۔ اور آگ کی بیڑیاں اُسکے پاؤں میں پہنائی ہوئی ہیں۔ اور اُس کے گرداگرد تمام آگ ہی آگ جل رہی ہے اور فرشتے گرزیں مارتے ہیں اور وہ توبہ توبہ پکار رہا ہے۔ اُس سے پوچھا گیا تو تو زاہد مرد تھا اور پانسو سال تو نے عبادت بھی کی۔ پھر تیری یہ حالت کیوں ہے۔ اس نے کہا اے مسلمانو! جو عبادت میں کرتا تھا سب دکھلاوے کی تھی محض خلقت کو دکھانے کی خاطر کیا کرتا تھا۔ باطن میں میں دنیا میں مشغول تھا۔ اس لئے وہ ساری طاعت میرے مُنہ پر ماری گئی۔ اور حکم ہوا۔ کہ زاہد سخت عذاب کے لائق ہے۔ اسے عذاب کرو +

شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اے درویش! دوسرا گروہ جن کا باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہوتا ہے۔ وہ مجانین یعنے دیوانے ہیں۔ جو باطن میں حقتعالےٰ میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور ظاہر میں اُن کے پاس کوئی سروسامان نہیں ہوتا +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! کہ دیوانے لوگ حقتعالیٰ کی یاد میں اس طرح مشغول ہوتے ہیں۔ کہ کسی کو ان کے حال کی خبر نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کا ظاہر خراب رہتا ہے +

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک مرتبہ میں نے ایسے دیوانے کو دیکھا۔ جو ساٹھ سال سے جنون کی حالت میں تھا۔ اور اس طرح یادِ حق میں مشغول تھا کہ نور چمکتا تھا مگر اسے اس نور کی روشنی کی خبر نہ تھی۔ چنانچہ ایک رات اسے میں نے خلوت میں تلاوت میں مشغول دیکھا۔ اس وقت اس سے ایسا نور نکل رہا تھا۔ جس کی روشنی عرش سے لیکر حجاب عظمت تک جاتی تھی۔ میں آگے بڑھا۔ تا کہ اس نعمت سے مجھے بھی کچھ مل جائے۔ جونہی میرے پاؤں کی آہٹ سُنی مڑ کر دیکھا اور کہا۔ اے درویش! چونکہ تو نے ہمارا بھید دیکھ لیا ہے۔ اب بہتر یہی ہے۔ کہ اسے فاش نہ کرے۔ یہ کہا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ کہ اے پروردگار! چونکہ میرا بھید تو نے ظاہر کر دیا اور اپنا بھید بھی ظاہر کر دیا ہے۔ اب میرے لئے یہاں رہنے کی جگہ نہیں۔ ابھی یہ بات پُورے طور پر کہنے نہ پایا تھا۔ کہ جان خدا کے حوالے کی +

بعد ازاں فرمایا۔ اے درویش! جن لوگوں کا ظاہر و باطن خراب ہے۔ وہ عوام الناس ہیں جنہیں طاعت وغیرہ کی کچھ خبر نہیں لیکن جن کا ظاہر و باطن آراستہ ہے وہ مشائخ ہیں۔ اگر اتفاقاً ان سے کچھ طاعت ریا کے طور پر ظاہر یا باطن میں ہو جائے۔ تو اپنے تئیں اس وقت تک مجاہدہ میں رکھتے ہیں۔ جب تک کہ اس ریا سے بری نہ ہو جائیں +

پھر فرمایا۔ کہ مشائخ وہ لوگ ہیں۔ جن کو جس وقت حالت ہوتی ہے۔ اگر اس وقت تلوار کے لاکھوں وار کئے جائیں یا ذرہ ذرہ کر دیئے جائیں۔ تو انہیں مطلق خبر نہیں ہوتی +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ کوئی شخص کسی درویش کے پاس آیا۔ اور آداب بجا لا کر التماس کی۔ کہ جس وقت آپ کو حق تعالیٰ کی محبت میں حالت پیدا ہو۔ اس وقت مجھے بھی یاد کرنا۔ درویش نے مسکرا کر کہا صاحب! اس وقت اور اس حالت پر صد افسوس جبکہ میں حالت میں ہوں۔ اور تو مجھے یاد آئے تاکہ میں خدا کو چھوڑ تیری یاد میں ہوں +

پھر فرمایا۔ کہ کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون' یعنی دنیا میں لوگ جو کچھ کر رہے ہیں۔ قیامت کے دن یہی اعضاء گواہی دینگے +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! درویشوں نے دنیا ہی میں بحالت زندگی اپنے تئیں مردہ بنایا ہے اور اپنے تئیں تمام چیزوں سے باز رکھا ہے۔ ہاتھوں کو چھوٹا کر لیا ہے۔ تاکہ نہ لینے کے قابل جو چیز ہے۔ وہ نہ لیں اور زبان کو گونگا بنا لیا ہے۔ تاکہ نہ کہنے والی بات نہ کہی جائے اور پاؤں کو لنگڑا کر لیا ہے تاکہ جہاں پر جانا مناسب نہیں وہاں نہ جائیں۔ پس جو لوگ اس قسم کے ہیں۔ وہ واقعی مقام قرب کو پہونچ چکے ہیں۔ اور انشاء اللہ قیامت کے عذاب سے نجات پائینگے +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ بغداد میں ایک درویش کو دیکھا جو از حد یاد الٰہی میں مشغول اور صاحب نعمت تھا۔ ایک دفعہ وہ جمعہ کی نماز پڑھ کر جو باہر نکلا۔ تو اسکی نگاہ ایک عورت پر پڑی۔ فوراً دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو ڈھانپ لیا۔ اور یا غفور! یا غفور! کہنے لگا۔ الغرض جب گھر آیا۔ تو دعا کی۔ کہ پروردگار! جن آنکھ نے تجھے دیکھا ہو۔ اُسے دوسرے کو نہ دیکھنے دے۔ ابھی یہ بات پورے طور پر کہنے بھی نہ پایا تھا کہ دونو آنکھوں سے اندھا ہو گیا۔ اس بات کے شکرانے میں دو رکعت نماز ادا کر کے بیٹھ گیا۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ دوست کے بغیر کسی اور کو دیکھنا سخت کوتاہ نظری ہے بعد ازاں یہ شعر زبانِ مبارک سے پڑھا ؎

چشمے کہ در رخ تو بیند او امداد　　جز در جمالِ تو کہ دگر سو نظر کند

بعد ازاں چند روز نہ گذرنے پائے تھے۔ کہ اچانک اس درویش نے ایسی بات سُنی۔ جو سُننے

کے قابل نہ تھی۔ تو اُس نے دونوں اُنگلیاں کانوں میں دے کر کہا۔ اے پروردگار! وہ کان جو تیرے نام کے سوا اور کچھ سُنے بہرا ہو جائے تو بہتر ہے۔ فوراً دونو کانوں سے بہرا ہو گیا +

بعد ازاں اُٹھ کر تازہ وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا۔ اور فرمایا۔ کہ اب اُمید ہے۔ کہ میں دُنیا سے ایمان سلامت لیجاؤں گا۔ کیونکہ مجھ سے یہ دونو چیزیں لے لی گئی ہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

گوشے کہ جز بنام تو اے دوست بشنود ۔۔۔ کر باد چوں بر سخنے گوش بر کند

جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی۔ تو زار زار روئے اور یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

چہ نیکو بود وقت مردن اگر ۔۔۔ سلامت برم رخت ایماں بگور

آپ بار بار یہ شعر پڑھتے اور آسمان کی طرف مُنہ کر کے کہتے۔ اے پروردگار! میری خواہش یہ ہے کہ جہاں سے ایمان سلامت لیکر جاؤں +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! اگر لوگ ایمان سلامت لے جائیں۔ تو سمجھو کہ اُنہوں نے کچھ کام کیا ہے +

پھر فرمایا۔ کہ امام احمد حنبل کو سوائے جان کنی کے وقت کبھی ہنستے نہ دیکھا۔ وہ بھی اس طرح کہ اس وقت ابلیس لعین آپ کے پاس کھڑا افسوس کرتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ اے امام محمد! تو نے اپنا ایمان میرے ہاتھ سے بہت عمدہ طور پر بچا لیا۔ اس واسطے امام صاحب اس بات پر ہنسے اور فرمایا۔ کہ الحمد للہ بارے ایمان تو سلامت لیچلا ہوں +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں اور میرے بھائی مولانا بہاؤالدین ذکریا ایک ہی جگہ بیٹھے تھے۔ اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ تو کچھ دیر بعد میرے بھائی مولانا بہاؤالدین ذکریا اُٹھ کر ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلیہ رَاجِعُون کہا۔ میں نے پوچھا یہ کیا حالت ہے۔ فرمایا اُٹھ کر دیکھو۔ جب میں نے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ بغداد کے دروازے سے شیخ سعدالدین حمویہؒ کا جنازہ نکال کر جامع مسجد کے پاس نماز جنازہ ادا کر رہے ہیں +

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک مرتبہ میں لاہور کی حد میں بطور مسافر وارد تھا۔ وہاں پر ایک درویش صاحب اسرار و کشف کھیتی باڑی پر اپنا گذارہ کیا کرتا ہے۔ اور کوئی کارکن اس سے زمین کا محصول وغیرہ کچھ نہ لیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہاں کا حاکم کوئی بے مہر شخص مقرر ہو کر آیا۔ جس نے اس سے محصول مانگا۔ اور کہا کہ تو اتنے سال سے مفت پیداوار کھا رہا ہے یا محصول ادا کر یا کوئی کرامت دکھا۔ درویش نے کہا۔ میں مسکین آدمی ہوں۔ مجھے کرامت سے کیا واسطہ۔ مگر اس حاکم نے ایک نہ مانی۔ اور اسی بات پر اڑا رہا۔ آخر درویش نے تنگ آکر تھوڑی دیر سوچکر کہا۔ اچھا تو کیا کرامت دیکھنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا۔ اگر تجھ میں کرامت ہے۔ تو پانی پر چل۔ درویش پانی پر پاؤں رکھ کر پار ہو گیا۔ جیسے کوئی

خشکی پر چلتا ہے پار جا کر کشتی مانگی تاکہ واپس آجائے۔ لوگوں نے کہا۔ اسی طرح واپس کیوں نہیں آجاتے۔ کہا اسواسطے کہ نفس میں غرور نہ آجائے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! جس روز ملجم بدبخت نے امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کی ہلاکت کے ارادے سے آنجناب کا پیچھا کیا۔ تو آنجناب ایک گاؤں سے گذر کر پانی کے کنارے آئے اور گورستان کی طرف مُنہ کر کے جو وہاں سے پاس ہی تھا۔ ایک کے نام آواز دی۔ کہ اے فلاں ابن فلاں۔ قبر سے آواز آئی۔ لبیک یا علی۔ پوچھا گھاٹ پایاب کس طرف ہے۔ کہا۔ جہاں آپ کھڑے ہیں۔ آپ قدم رکھ کر پار ہوئے۔ ملجم نے آکر پوچھا۔ کہ آپ کو مردے کا نام اور اُس کے باپ کا نام تو معلوم ہو گیا۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ پانی پایاب کہاں ہے۔ فرمایا۔ جانتا تو تھا۔ لیکن اس واسطے پوچھا۔ تاکہ نفس بے باک اور شوخ نہ ہو جائے۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اے درویش! جب درویش دوست کے اسرار سے مالا مال ہوتا ہے اس وقت اگر اُس کی زبان سے کوئی بات نکل جائے۔ تو کوئی عیب کی بات نہیں۔ کیونکہ جب جگہ ہی نہ رہے۔ تو پھر وہ اسے کہاں رکھے۔ یہ تو کاملوں کی حالت ہے۔ لیکن وہ شخص جو ابتدا ہی میں اپنے اسرار غلبات شوق کی وجہ سے ظاہر کرے۔ وہ البتہ خام کاری کرتا ہے۔ کیونکہ جہاں تک نگہداشت کی حد ہے۔ وہاں تک تو اسے محفوظ رکھنا چاہیئے۔ لیکن ہاں جب زیادہ ہو جائیں۔ اور کچھ ظاہر کر دے تو بعض اہل سلوک اسے معاف کرتے ہیں۔ اگر کرے تو جائز ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ مومنوں کے دل پاکیزہ زمین کی طرح ہیں۔ اگر محبت کا بیج اس زمین میں بویا جائے تو اس سے طرح طرح کی نعمتیں پیدا ہونگی۔ پس اس سے تُو اوروں کو بھی حصہ دے سکتا ہے۔ اور تیرے لئے بھی کافی ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب تک تو سانپ کی طرح کینچلی نہ اُتاریگا۔ کبھی محبت حق کا دعوےٰ تجھ سے صادق نہیں آئے گا۔

پھر فرمایا۔ کہ کامل حال درویش وہ ہیں۔ جنہیں کسی اور کی حاجت نہیں۔ بلکہ اسرار کی نعمت سے جو ان میں ہے۔ آنیوالوں کو حصہ دیتے ہیں۔ اور ان کا مُنہ غایۃ پورا کر کے لوٹاتے ہیں۔ لیکن جب کوئی درویشی کا دعوےٰ کرے۔ اور بادشاہوں اور امراء کے پاس روپے پیسے کی خاطر آئے جائے تاکہ اپنی ضروریات مہیا کر سکے۔ تو سمجھ لو۔ کہ اسے نعمت حاصل نہیں۔ اگر اسے کچھ حاصل ہوتا۔ تو کبھی مخلوق کے دروازے پر نہ جاتا۔ اور کسی سے توقع نہ رکھتا۔ جہاں پر درویشی کا قدم آتا ہے وہاں پر کسی کا گذر نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ درویشوں پر خود نعمت کا دروازہ کھلا ہوتا ہے اور سلطنت کا خزانہ درویشوں کے سپرد ہوتا ہے تاکہ جسے چاہیں درویشوں کی معاش کی خاطر خرچ کریں۔ پس انہیں دوسرے کی

احتیاج ہی کیا ہے ⁂

پھر فرمایا کہ جب درویش کو حضوری ہوتی ہے۔ تو عرش سے لیکر فرش کی ساری چیزیں اُنکی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں۔ اور ہر چیز جو حق سے نازل ہوتی ہے۔ اس میں وہ بھی پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس طرح اولیاء میں احوال ہوتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء میں بھی تھے ⁂

پھر فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں۔ کہ درویش کے احوال محبت حق کی زیادتی کے سبب شوق میں ہیں۔ جب درویشوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہوتی ہے تو تجلی دوست کے نور میں اسقدر محو ہوتے ہیں۔ کہ کسی مخلوق کو یاد نہیں کرتے۔ پھر یہ شعر پڑھ کر بیہوش ہو گئے ؎

ہر لحظہ کہ در شوقِ خیالِ تو شوم غرق   جز روئے تو در پیشِ نظر جلوہ گرے نیست

بعد ازاں زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ خواجہ امام محمد طاہر غزالی اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حالت ہوئی۔ تو مدینے کے باہر ایک باغ میں تشریف لائے۔ جس میں ایک کنواں تھا۔ اس میں اپنے پائے مبارک لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اور عالم احوال میں متحیر تھے۔ ابو موسیٰ اشعری آنحضرت صلعم کے ہمراہ تھے۔ انہیں فرمایا۔ کہ صحابہ میں سے اگر کوئی آئے تو بغیر میری اجازت اندر نہ آنے دینا۔ جب امیر المومنین ابوبکر صدیق اور امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہما آئے۔ تو ابو موسےٰ اشعری نے اطلاع کی۔ فرمایا آنے دو جب اندر آئے۔ تو حکم ہوا۔ کہ میری دائیں طرف اسی طرح بیٹھ جاؤ۔ پھر امیر المومنین عثمانؓ اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ آئے۔ اطلاع ہونے پر اندر آنے کی اجازت ملی اور حکم ہوا۔ کہ بائیں طرف اسی طرح بیٹھ جاؤ۔ دیر تک بیٹھے رہے۔ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے احوال میں بیٹھے رہے۔ پھر فرمایا۔ کہ اے یارو! جس طرح زندگی میں ہم بیٹھے ہیں۔ اسی طرح وفات کے بعد بھی ایک ہی جگہ ہونگے اور اسی طرح ہمارا حشر ہوگا۔ اور بہشت میں بھی ایک ہی جگہ ہونگے۔ صحابہ کرام اُٹھ کر آداب بجا لائے اور شکریہ ادا کیا ⁂

بعد ازاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس وقت بہشت میری نظر میں ہے۔ اس میں مجھے ایک محل دکھائی دے رہا ہے۔ جو یاقوت کے ایک ہی دانے سے اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور اسکے ساتھ چار اور محل بھی ہیں۔ جب میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کے ہیں۔ تو حکم ہوا۔ کہ ایک آپ کیلئے اور چار آپ کے یاروں کے لئے۔ تو میں مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا۔ اور پھر یہ بات کہی۔ کہ ہم ہر وقت اکٹھے ہی رہینگے ⁂

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ احوال ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جب کوئی صاحب سر کی چیز

میں محو ہوتا۔ تو اسی کی حالت میں مستغرق ہوتا ہے ؂

پھر فرمایا۔ کہ جب میں اسرار دوست کے کسی سر میں یعنی احوال میں مستغرق ہوتا۔ تو اس وقت ضرور دوست کی کوئی نہ کوئی بات مجھ پر کشف ہوتی۔ جب یہ بات میرے بھائی بہاؤالدین ذکریا نے سُنی۔ تو ناپسند فرمائی۔ فوراً میری طرف دیکھا۔ کہ اے درویش! یہ کیا نادانی کر رہے ہو۔ کہ اسرار حق ظاہر کر رہے ہو اور یہ بات اہل اسرار کے لئے ٹھیک نہیں۔ مَیں نے لکھا۔ کہ بھائی جان! کام گفتگو سے گذر گیا اور میرا سینہ اسرار دوست سے پُر ہو گیا تھا جس میں ذرہ بھر جگہ خالی نہیں رہتی تھی۔ کہ اس میں سما سکے۔ اب چونکہ گنجائش نہیں رہی! اِسلئے عالم انوار سے جو اسرار دوست منجلے ہوتے ہیں۔ وہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور بہتات کی وجہ سے گرے جاتے ہیں۔ پس اے بھائی! میں تو بہتیرا چاہتا ہوں کہ محفوظ رکھوں۔ اور ذرہ بھر بھی ظاہر نہ کروں۔ لیکن مجھ سے ہو نہیں سکتا۔ اب کہو کہ کسطرح کروں۔ جب یہ خط آپ کی خدمت میں پہنچا۔ تو سر جھکا لیا اور فرمایا۔ کہ ہمارے یار نے اپنا کام انجام تک پہنچا لیا ہے۔ یہ حکایت ختم کرتے ہی شیخ الاسلام نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ دو دن رات یہی حالت رہی مصلے پر پڑے رہے اپنے آپ کی بالکل خبر نہ تھی۔ بعد ازاں جب ہوش میں آئے تو کھڑے ہو کر آسمان کی طرف رُخ کیا۔ اور یہ شعر پڑھے۔ رُباعی

آنانکہ در ہوائے تو شیدا نشستہ اند — از جملہ کس بریدہ و تنہا نشستہ اند
خود را فدائے نام تو اے دوست کردہ اند — آں عاشقاں کہ بر تو شیدا نشستہ اند
در عالم تفکر بدل نہادہ اند — گاہے فتادہ و گہے برپا نشستہ اند

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ کوئی شخص ملتان سے آیا۔ اور اس نے کہا کہ میں شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا۔ ایک مرتبہ جب آپ کو حالت ہوئی تو اپنی خانقاہ سے نکل سوار ہو کر ملتان بھر میں پھرے اور ڈونڈی پٹوا دی۔ کہ جو شخص آج بہاؤالدین زکریا کا چہرہ دیکھ لیگا۔ میں ضامن ہوں کہ قیامت کے دن اسے دوزخ میں نہیں لیجایا جائے گا۔ جوق جوق مسلمان آکر آپ کا دیدار کرتے اور آپ قسم کھا کر فرماتے۔ کہ قیامت کے دن تم دوزخ میں نہیں جاؤ گے۔ کیونکہ مجھے کہا گیا ہے۔ کہ اے بہاؤالدین! جو آج تیرا دیدار کرے گا۔ قیامت کے دن ہم اسے دوزخ میں نہیں بھیجینگے۔ جونہی اس شخص نے یہ حکایت ختم کی۔ مجھ پر حالت طاری ہوئی۔ اور کہا۔ کہ اے درویش! اگر بہاؤالدین نے یہ بات کہی ہے۔ کہ جو شخص آج میرا دیدار کریگا۔ اللہ تعالیٰ اُسے دوزخ میں نہیں بھیجیگا۔ اب میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ دُنیا میں جس مُسلمان نے میری بیعت کی ہوگی یا مجھ سے مصافحہ کیا ہوگا۔ یا میرے فرزندوں کا ہاتھ پکڑا ہوگا یا میرے مریدوں کی بیعت کی ہوگی یا مجھ سے مصافحہ کیا ہوگا۔ یا میرے خانوادہ میں

میں بیعت کی ہو گی وہ ہرگز ہرگز دوزخ میں نہیں جائے گا ؛
اس واسطے کہ میرے پیر قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔ کہ اے فرید! حقتعالیٰ نے تجھے یہ درجہ عطا فرمایا ہے۔ کہ جو شخص تیرا یا تیرے فرزندوں یا تیرے مریدوں کا مرید ہو گا۔ وہ دوزخ میں نہیں جائیگا۔ وہ بالضرور بہشت میں جائے گا۔ نیز مجھے بھی ہزار مرتبہ یہ آواز آچکی ہے۔ کہ فرید اجودھنی نیک بخت بندہ ہے جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی۔ تو عالم تحیر میں کھڑے ہو گئے۔ میں پاس تھا۔ سات دن رات تک اسی عالم تحیر میں مشغول رہے۔ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ جب عالم صحو میں آئے۔ تو طاعت میں مشغول ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

فصل سوم

سخن در ذکر رزق وغیرہ افتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اُس وقت رزق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! شریعت اور طریقت میں صادق بندہ وہ ہے جو روزی سے دل نہ لگائے بلکہ فراغ دلی سے اپنے مولا کی طاعت میں مشغول رہے۔ اور درحقیقت جان لے۔ کہ جو کچھ تیرے مقدر میں ہے وہ تجھے مل رہیگا۔ اس سے ذرہ بھر بھی کم نہ ہو گا۔ پس اے درویش! اگر سالہا سال تو مارا مارا پھرے تو جو رزق تیری قسمت میں لکھا جا چکا ہے۔ وہ بغیر تیری کوشش اور طلب کے تجھے مل جائیگا۔ اور اگر تو زیادہ چاہے۔ تو ایک ذرہ بھر بھی نہیں ملیگا۔ اے درویش! فقر کی راہ میں ثابت قدم وہ ہے جو روزی سے دل نہ لگائے۔ کہ آج تو میں نے کھا لیا ہے کل کیا کھاؤں گا۔ ایسے شخصوں کو اصحاب طریقت بد دین اور بد دیانت کہتے ہیں ؛

پھر فرمایا۔ کہ اہل سلوک لکھتے ہیں۔ کہ جس طرح موت انسان کو ڈھونڈھتی ہے اور اس کے کندھے پر لکھی ہے۔ اسی طرح رزق بھی لکھا ہوا ہے اور وہ انسان کو ڈھونڈھتا ہے جہاں کہیں آدمی جاتا ہے۔ رزق اُسکے ہمراہ جاتا ہے۔ اگر بیٹھتا ہے تو رزق بھی اُسکے پاس ہی بیٹھتا ہے ؛

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! بے غم رہ کیونکہ تیرا رزق تیرے کندھے پر لکھا ہوا ہے۔ تو فراغ دلی سے اللہ تعالیٰ کے کام میں مشغول ہو۔ کیونکہ جو تیرا مقسوم ہے وہ ضرور بالضرور تجھے مل رہیگا۔

پھر فرمایا۔ کہ تو مولیٰ کا طالب بن۔ تاکہ جو کچھ مولیٰ کے ملک میں ہے وہ تیری طلب کرے اس واسطے کہ آثار اولیا میں میں نے لکھا دیکھا ہے۔ کہ جب کوئی مسلمان دنیا طلب کرتا ہے۔ تو دنیا ہرگز اُسکے پاس بھی نہیں پھٹکتی۔ اور اس سے اس طرح بھاگتی ہے جیسے مسلمان مردار سے۔

اور جو شخص مولیٰ کی طلب میں ہوتا ہے۔ اور دُنیا کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ تو دُنیا ہزار آرزو سے اُس کے پیچھے پڑتی ہے اور وہ اسے آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ بلکہ اس سے اس طرح بھاگتا ہے جیسے مُسلمان مُردار سے ✦

پھر فرمایا۔ کہ رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے۔ کہ الدنیا مزرعۃ الاٰخرۃ یعنی دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تو اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ اس میں صدقہ۔ خیرات اور سخاوت کرے۔ اور آیندہ کے لئے کچھ بُوئے۔ تاکہ پھل اُٹھا سکے۔ کیونکہ دُنیا میں صدقے او سخاوت سے بڑھ کر کوئی کام نہیں۔ جس نے اپنا کام نکالا ہے۔ سخاوت اور صدقے سے نکالا ہے ✦

پھر فرمایا۔ کہ جتنے متوکل ہیں۔ انہیں رزق وغیرہ کا نہ غم ہے نہ اندیشہ۔ اس واسطے کہ جو کچھ مقسوم میں ہے وہ مل ہی رہیگا۔ پھر اندیشہ کرنے کا فائدہ ہی کیا ✦

پھر فرمایا۔ کہ اہلِ سلوک میں جسے دیکھتے ہیں کہ رزق کے لئے اندوہگین ہے۔ درویشوں کو حکم کرتے ہیں۔ کہ اُسکی گردن پکڑ کر خانقاہ سے نکالدو۔ کیونکہ یہ بد اعتقاد درویش ہے۔ اور اسے صدق نہیں ✦

پھر فرمایا۔ کہ مَیں نے ایک بزرگ کی زبانی سُنا ہے کہ یہ بھی ایک کبیرہ گناہ ہے۔ کہ انسان رزق کے لئے غمگین ہو۔ کہ آج تو کھا لیا ہے۔ کل شاید ملیگا یا نہیں ✦

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! اگر سو سال بھی تو مارا مارا پھرے اور مقسوم سے بڑھ کر رزق طلب کرے تو مقدر سے زیادہ ذرہ بھر بھی تجھے نہیں ملیگا ✦

پھر فرمایا۔ کہ ایک شخص کئی سال تک روزگار کے لئے مارا مارا پھرا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاتا اور ایک مقام سے دوسرے مقام میں۔ لیکن جو اُس کی روزی تھی۔ اس سے ذرہ بھر بھی زیادہ نہ ہوئی۔ چُنانچہ جب وہ شخص واپس آیا۔ تو پہلے کی نسبت بھی بُری حالت میں تھا۔ لوگوں نے پوچھا کیا حالت ہے۔ کہا مسلمانو! میں تو اس واسطے گیا تھا۔ کہ رزق زیادہ ہو جائے گا۔ لیکن جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے۔ اس سے ذرہ بھر بھی زیادہ نہیں ہوا۔ پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر زبانِ مبارک سے فرمایا ؎

گر کشی صد ہزار باوی جست — نخوری بیش از انکہ روزی تست

جونہی شیخ الاسلام نے یہ شعر پڑھا۔ ایک عزیز نے عرض کی۔ کہ اگر حکم ہو تو مجھے شعر یاد ہے۔ عرض کروں فرمایا پڑھو۔ اس نے یہ شعر پڑھے ؎

بہ شغلِ جہاں رنج بر آں چہ سود — کہ روزی بکوشش نباید فزود
بدنبالِ روزی چہ باید دوید — تو بنشیں کہ روزی خود آید پدید

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! اگر رزق کی زیادتی کے لئے تو سو سال بھی کوشش کرتا رہے۔ تو ذرہ بھر

بھی زیادہ نہ ہو گا۔ پس ہر حال اور کام میں صادق ہونا چاہیئے۔ بعض نادان جو یہ سُنتے ہیں۔ کہ ہم اس شہر سے باہر جاتے ہیں۔ شاید رزق زیادہ ہو جائے یہ بھی کبیرہ گناہ ہے اور اُن کی بے صدقی ہے۔ جو اس قسم کا خیال کرتے ہیں یہ بُرا خیال اُن کو پریشان رکھتا ہے۔ پس اے درویش! جہاں تو جائیگا۔ پروردگار تو وہی ہے وہ تو نہیں بدل جائیگا۔ جو کچھ اس نے لکھ رکھا ہے وہ تجھے پہنچا دیگا +

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص نے روزگار سے تنگ آکر شہر کو چھوڑنا چاہا۔ جب ایک بزرگ سے وداع ہونے گیا۔ تو اس نے پوچھا۔ کہاں اور کیوں جاتے ہو۔ کہا اس شہر کو چھوڑتا ہوں۔ شاید روزگار میں بہتری ہو جائے۔ اس بزرگ نے کہا۔ اچھا اس شہر کے خدا کو میرا سلام کہنا۔ وہ حیران رہ گیا اور پوچھا۔ کہ کیا وہاں کا خدا کوئی اَور ہے؟ خدا تو ایک ہی ہے۔ اس بزرگ نے کہا۔ اے نادان! جب تو اتنا جانتا ہے۔ کہ خدا ہر جگہ ایک ہے۔ تو کیا اتنا بھی نہیں جانتا۔ کہ اس شہر میں اور اس شہر میں تیرا مقدر بھی ایک ہی ہے۔ جا فراغ دلی سے طاعت الٰہی میں مشغول ہو۔ پھر دیکھ۔ کہ تجھے کیا کیا نعمتیں ملتی ہیں +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ ایک واصل کے ہاں بارہ روز تک فاقہ رہا۔ آخر بچوں نے تنگ آکر کہا۔ کہ یا تو ہمارے لئے خوراک لاؤ یا ہمیں مار ہی ڈالو تاکہ عذاب سے جان چھوٹے۔ اُس نے کہا۔ اچھا آج صبر کرو۔ کل میں مزدوری کرنے جاؤنگا۔ چنانچہ دوسرے روز علی الصباح وضو کرکے جنگل میں جاکر عبادت الٰہی میں مشغول ہوا۔ جب عصر کے وقت واپس آیا۔ اور بچوں نے آکر دامن پکڑا۔ کہ کچھ لائے ہو۔ اس نے بچوں سے چھڑانے کی خاطر کہدیا کہ جس شخص کے ہاں میں مزدوری کرنے گیا تھا۔ اُس نے کہا ہے کہ کل دو دن کی اکٹھی مزدوری دونگا۔ بچوں نے واویلا مچایا۔ کہ او نامہربان باپ! ہم تو مارے بھوک کے مرے جاتے ہیں۔ اور تو ہمارے کھانے کا بندوبست نہیں کرتا۔ درویش نے اُس روز بھی وعدہ کیا اور جنگل میں جاکر نماز میں مشغول ہو گیا۔ جب عصر کا وقت ہوا۔ تو فرشتوں کو حکم ہوا۔ کہ دو سیر آٹا۔ ایک برتن میں کچھ شہد۔ اور دو ہزار اشرفیاں بہشت سے لاکر اس درویش کے گھر پہنچا کر اس کے بچوں کو کہدو۔ کہ جس کے ہاں دو روز تمہارا باپ مزدوری کرتا رہا ہے۔ اُس نے دو روز کی مزدوری بھیجی ہے۔ اور یہ بھی کہلا بھیجا ہے۔ کہ اگر تو ہماری خدمت میں کوتاہی نہ کریگا۔ تو ہم بھی اس میں ذرا کمی نہ کرینگے۔ جب وہ درویش گھر آیا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ باورچیخانہ گرم ہے اور گھر میں خوشی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ بچے خوشی خوشی آکر لپٹ گئے اور سارا حال عرض کیا۔ درویش نے نعرہ مار کر کہا۔ اللہ تعالےٰ نے سوگنا مہربانی کرتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اس کے کام میں پکے ہوں +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! جو شخص اللہ تعالےٰ کی عبادت فراغ دلی سے کرتا ہے۔ اور معہودہ

رزق کے لئے کسی قسم کا اندیشہ نہیں کرتا۔ تو اسے اسی طرح رزق پہنچتا ہے جیسا اس بزرگوار کو پہنچا۔
بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ حقیقی عشق ایک ایسا موتی ہے جس کی قیمت کا اندازہ کوئی جوہری یا قدر شناس نہیں کر سکتا۔

پھر فرمایا۔ کہ اس قسم کی بے بہا نعمت کسی مقرب فرشتے کو بھی نہیں ملی۔ یہ صرف آدمی کو ملی ہے جیسا کہ خود فرمایا ہے: ولقد کرمنا بنی آدم۔ جس وقت عشق پیدا کیا گیا۔ تو اسے حکم ہوا۔ کہ اے عشق! تو جا کر اندوہناک آدمیوں کے دل میں قرار پکڑ۔ کیونکہ وہی تیرے رہنے کے قابل ہے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے غلبات شوق میں یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔ رباعی

گفتم صنما گر تو جانانِ منی　　اکنوں کہ نگہ ہمے کنم جان منی
مرتد گردم اگر ز من برگذری　　اے جان و جہان تو کفر ایمان منی

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! جس روز حق تعالیٰ نے عشق کو پیدا کیا۔ تو شوق کے لاکھوں سلسلے اور ریشے پیدا ہو گئے۔ پھر مومنوں کی روحوں کو بلایا گیا۔ اور فرشتوں کو حکم ہوا۔ کہ عشق کو غزار ناز اور کرشمے سے ان روحوں کے سامنے لاؤ۔ پھر جو روحیں عشق و محبت کے لائق تھیں۔ وہ آگے بڑھیں۔ اور انہوں نے محبت کے ریشے اور عشق کی زنجیر کو ہاتھ مارا۔ اور قبہ اول میں محبت کے دریا میں غرق ہوئیں۔ جن کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ وہ انبیاء و اولیاء اور عاشقوں کی روحیں تھیں۔ بعض روحیں دیکھ کر مستغرق ہوئیں وہ اہل مجاز کی روحیں تھیں۔ جو شخص پہلے عشق مجازی میں مبتلا ہوتا ہے۔ جب عشق حقیقی کی طرف آتا ہے۔ تو اسے حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔ رباعی

چنداں ناز است ز عشق تو بر سر من　　یا در غلطم کہ عاشقے تو بر من
یا در سر ایں غلط شود ایں سر من　　یا خیمہ زند وصل تو اندر من

وہاں پر ایک عزیز حاضر خدمت تھا۔ اس نے آداب بجا لا کر عرض کی۔ کہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تواریخ کا ایک شعر مجھے یاد ہے۔ اگر حکم ہو تو عرض کروں۔ فرمایا۔ کہو۔ اس نے کہا۔

اے دوست ترا بجو لیشتن دوست بدم　　از رشک تو با دیدہ خود دوست نہ ام

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ عاشقوں کا ولولہ اور زمزمہ جو ابتدا سے انتہا تک ہے وہ اسی روز سے ہے جو عشق کی اس صورت پر مفتون ہوئے تھے۔ پس اے درویش! تجھے قدر ہی معلوم نہیں۔ کہ تیرے دل کے اندر ایسی خوبصورت نعمت مقام کئے ہوئے ہے۔ اور روح کو جو تمام اعضاء کی بادشاہ ہے۔ پیدائش میں اس دل کو دی گئی ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ جہاں پر عشق ہے وہاں پر دل بھی ہے۔ اس بات کی قدر وہی جانتا ہے کہ جس کے دل میں اسرار دوست اور انوار عشق کا مقام

ہو۔ اور اُس کے قرب میں عشق کی جگہ ہو ✤

پھر اسی موقعہ پر فرمایا۔ کہ مشائخ طبقات نے رزق کو چار قسم کا لکھا ہے۔ رزق مقسوم۔ رزق مذموم۔ رزق مملوک اور رزق موعود۔ رزق مقسوم وہ ہے جو قسمت کے اندر لوح محفوظ میں لکھا جاچکا ہے وہ ضرور بالضرور ملیگا۔ رزق مذموم وہ ہے کہ جو کچھ کھانے پینے کی چیز ملے۔ اس پر صبر نہ کرے یعنی جبکہ خود اللہ تعالےٰ رزق کا ضامن ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں وعدہ فرمایا ہے۔ وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ تو پھر صبر نہ کرنیکے کیا معنی۔ رزق مملوک وہ ہے۔ جو نقدی اور اسباب وغیرہ جمع کیا جائے یا تجارت کی جائے۔ البتہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نیکی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے قوت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اے درویش! اس راہ کے سالکوں نے کہا ہے کہ تجارت وہ شخص کرتا ہے جسے حق تعالےٰ کے فضل و کرم کا انکار نہ ہو۔ مگر درویش کے لئے یہی مناسب ہے کہ جو نقدی یا اسباب اسے ملے سب راہِ خدا میں صرف کرے اور ذرہ بھر بھی اپنے لئے محفوظ نہ رکھے ✤

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! موعود رزق وہ ہے۔ جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں اور عابدوں سے کیا ہے۔ اور خود کلام مجید میں فرماتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ یعنی نیک لوگوں کو رزق کے اندیشے سے فارغ کر دیا ہے کیونکہ ان سے اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ بے مانگے ان کو رزق پہنچیگا۔ اور جو اُن کی ضروریات ہیں مہیا کی جائینگی ✤

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں سیوستان میں بطور مسافر وارد تھا۔ میرے ہمراہ چند اور درویش بھی تھے۔ اس شہر کے باہر غار میں ایک درویش از حد یادِ الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ جب میں اُس کے پاس پہنچا۔ تو تلاوت سے فارغ ہو کر دیر تک یادِ الٰہی میں مشغول رہا۔ اور پھر یہ حکایت شروع کی۔ کہ اے عزیزو! میں بیس سال تک سیر کرتا رہا۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ کے پاس پہنچا جو پہاڑ میں جنگل کے اندر رہتا تھا۔ جہاں پر پرندہ کا بھی گذر نہ تھا۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ یہ جنگل میں رہتا ہے اسے خوراک کہاں سے ملتی ہو گی۔ جونہی میرے دل میں خیال گذرا۔ اس نے کہا۔ کہ اے درویش! کیا تو خوراک کے لئے تعجب کرتا ہے۔ شاید تو خدا کو رازق نہیں جانتا۔ جو فرماتا ہے۔ ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین۔ یعنی اے میرے بندو! خواہ تم جنگل میں ہو یا آبادی میں جو تمہارے مقدر میں ہے وہ تمہیں ضرور ملیگا۔ پھر کہا کہ بیٹھ جا۔ اور قدرت کا تماشا دیکھ۔ جب اس بزرگ نے یہ کہا۔ تو میں کانپ اُٹھا۔ فرمایا۔ یہ پتھر جو میرے سامنے پڑا ہے اسے اُٹھا کر توڑ ڈال۔ میں نے توڑا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ اس پتھر کے اندر ایک کیڑا ہے جس کے مُنہ میں سبز

پہنچتا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! جو کیڑے کو پتھر میں روزی پہنچاتا ہے۔ کیا وہ میرا مقدر مجھے نہ دیگا۔ پھر وہ رات میں نے وہیں گذاری۔ افطار کے وقت ایک آدمی دو روٹیاں اور تھوڑا سا حلوا لیکر آیا۔ اور آداب بجا لاکر اس درویش کے سامنے رکھ کر واپس چلا گیا۔ جب وہ بزرگ تلاوت سے فارغ ہوا۔ تو مجھے بلایا۔ کہ آؤ کھا لو۔ اور کہا کہ تو تو کہتا تھا۔ کہ تم کہاں سے کھاتے ہو۔ دیکھو اللہ تعالے اس طرح روزی پہنچاتا ہے جب دن چڑھا۔ تو میں آداب بجا لاکر واپس چلا آیا۔ پس اے درویش! جو بات اس بزرگ نے مجھے کہی۔ وہ میں نے بغور سُنی۔ اور اس مقام میں آکر ساکن ہو گیا۔ آج تیس سال کا عرصہ ہونے آیا ہے کہ مجھے عالم غیب سے روزی ملتی ہے اور جو آتا ہے اسے بھی مل رہتا ہے۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ جب شام کی نماز کا وقت ہوا۔ تو میں نے اور اور مسافروں نے اس کے ہمراہ نماز ادا کی۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص سر پہ دستر خوان اُٹھائے آپہنچا۔ اور اس بزرگ کے آگے رکھدیا ہم نے کھانا سیر ہو کر کھایا لیکن اس میں سے ذرہ بھر بھی کم نہ ہوا۔ پھر اس بزرگ نے پاؤں زمین پر مارا۔ جس سے پانی کا چشمہ نمودار ہوا جب پانی پی لیا۔ تو دستر خوان غائب ہو گیا۔ جب دن ہوا۔ تو وداع ہوتے وقت میں نے اس بزرگ سے مصافحہ کرنا چاہا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ اس کا ہاتھ ہی کٹا ہوا ہے۔ مجھے تعجب پیدا ہوا۔ کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ یہ خیال آتے ہی اس بزرگ نے کہا۔ کہ اے عزیز! میں ایک روز غار سے تازہ وضو کرنیکے لئے باہر نکلا۔ تو ایک وُہ بنار پڑا پایا۔ میرے نفس نے چاہا۔ کہ اسے اٹھا لے کیونکہ یہ بھی عالم غیب ہی سے پہنچا ہوا رزق ہے۔ جب اُٹھانا چاہا۔ تو غیب سے آواز آئی۔ کہ اے جھوٹے مدعی! کیا توکل اور ہمارا عہد یہی تھا۔ جو تم نے ہم سے کیا تھا۔ کہ ایک پیسے کو دیکھ کر اسے اُٹھانا چاہا۔ شاید تو ہمیں درمیان سے بھول گیا۔ جونہی میں نے یہ آواز سُنی۔ کارد پاس تھی۔ اس ہاتھ کو کاٹ کر باہر پھینکدیا۔ پس اے درویش! جو ہاتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر کوئی چیز پکڑے وہ کٹا ہوا ہی بہتر ہے پس اے عزیز! بیس سال سے میں اس شرمندگی کے مارے آسمان کی طرف نگاہ نہیں کرتا۔ اور یہی کہتا ہوں۔ کہ ہائے میں نے یہ کیا کیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ مرد خدا وہی ہیں جو ذرہ بھر بھی راہِ خدا سے باہر نہیں ہوئے۔ اور رزق کی خاطر کبھی مشوش نہیں ہوئے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ چند فقیر خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے باہر نکلے۔ اور توکل کے طور پر کہا کہ ہم اپنا دلی راز کسی کو نہیں بتائینگے۔ اور نہ ہم کسی سے کچھ مانگینگے۔ الغرض جب ایک جنگل میں پہنچے جہاں پر آدم زاد کا پتہ تک نہ تھا۔ تو وہاں پر پانی کا چشمہ دیکھا۔ جہاں اُنہوں نے وضو کیا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام جَو کی چند روٹیاں لیکر تشریف لائے ہیں۔

سب آپکی طرف رجوع ہوگئے۔ اور خوشی کرنے لگے۔ کہ الحمدللہ ایک تو خضر علیہ السلام کی زیارت ہوگئی۔ اور دوسرے ہم بھوکے تھے کھانے کو بھیج دیا گیا ہے۔ جونہی یہ خیال اُنکے دل میں گذرا۔ آواز آئی۔ کہ اے بدعہدو! کیا تم نے ہم سے یہی عہد کیا تھا۔ اتنے میں آسمان سے ایک تلوار نمودار ہوئی جس سے سب کے سر تن سے جدا ہوگئے۔

شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اے درویش! جو شخص عہد کو توڑتا ہے اور توکل میں ثابت قدم نہیں ہوتا۔ اس کی یہی سزا ہوتی ہے۔ پھر آبدیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا۔ جو آپ نے حوض شمسی کے کنارے قاضی حمید الدین ناگوریؒ کی زبانی سُنا تھا ؎

ہر کہ با دوست عہد کرد و شکست   عاقبت گشتہ شد چو بدعہد آں

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! عشق کا آغاز آدم صفی اللہ علیہ السلام سے ہوا ہے۔ جب آپ کو دنیا میں پیدا کیا گیا۔ تو آپ کو عشق کا جمال کرایا گیا۔ آپ دیکھتے ہی عاشق ہوگئے۔ پس اے درویش! یہ سب جنبش عشق کی وجہ سے تھی۔ بہشت کے نگارخانہ پر لات مار کر دیوانوں کی طرح وہاں سے نکل آئے اور دنیا کے خرابے میں آکر قرار لیا۔ لیکن چونکہ آپ سے لغزش وقوع میں آئی تھی۔ اس لئے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اے فرشتو! میں آدم کے لئے غمخوار پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ اس سے اُلفت کرے نہیں تو یہ برداشت نہیں کریگا اور ہلاک ہو جائیگا۔ فرشتوں نے سر سجدے میں رکھدیا۔ اور عرض کی۔ کہ جو کچھ تو جانتا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں۔ تو حاکم ہے جس طرح تیرا حکم ہو۔ حکم ہوا۔ کہ اے فرشتو! دیکھو۔ کہ ہم وہ مونس کسطرح پیدا کرتے ہیں۔ آدم علیہ السلام تنہا بیٹھے تھے۔ کہ آپ کے پہلو سے حوا پیدا کیں۔ حوا سلام کر کے آپکے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ آپ نے اُس کی صورت دیکھ کر پوچھا۔ کہ تو کون ہے؟ کہا میں تیرا جوڑا۔ جس سے تجھے قرار حاصل ہو گا۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اے درویش! حقیقی عاشق کا شور و غوغا اسی وقت تک ہوتا ہے کہ جب تک وہ اپنے مقصود کو نہیں پہنچتا جب معشوق کا وصال حاصل ہو جاتا ہے۔ تو سب شور و غوغا جاتا رہتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! مجھے شیخ بہاؤالدین بخاری کا جو ایک واصل حق ہو گذرا ہے۔ ایک قطعہ یاد ہے۔ جو اس نے از روئے شوق کہا تھا۔ **قطعہ**

من اول روز چوں در تو بدیدم شیفتہ گشتم   ندانستم تو آدمی یاکہ یودست اینکہ من دیدم
چناں در روئے آں جاناں شدم من شیفتہ گشتم   کہ من از خود شدم بیروں ترا در جان و تن دیدم

پھر اسی موقعہ پر شوق اور اشتیاق کے ظاہر کرنے میں فرمایا۔ کہ میں نے ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی یہ رباعی سُنی تھی۔ رباعی

بلاست عشق منم کز بلا بپرہیزم | چو عشق خفتہ بود شور من انگیزم
اگرچہ عشق خوش است و وفا خوش آید خوش | مرا خوش است بہر دو بہم برآمیزم
مرا رفیقاں گویند کز بلا پرہیز | بلا دل است من از دل چگونہ پرہیزم

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اے درویش! توکل صرف رزق مقسوم میں ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کہ تجھے معلوم ہے کہ جو تیرے مقدر میں ہے وہ تجھے مل ہی رہیگا لیکن دوسرے رزقوں میں نہیں۔ جو مملوک ہے۔ اس میں خود توکل ہی نہیں۔ لیکن جو رزق موعود ہے۔ اس میں بھی توکل نہیں۔ کیونکہ جس رزق کا وعدہ دیا گیا ہے وہ ضرور مل رہیگا۔ لیکن رزق مقسوم میں اگر توکل کرے۔ تو جائز ہے کیونکہ یہ سمجھے کہ جو میری قسمت میں ہے وہ مل رہیگا *

پھر فرمایا۔ اے درویش! کہ باقی اقسام کے رزق میں متقدمین کو بھی توکل میسر نہیں ہوا۔ کیونکہ کسی نے بیس سال توکل کیا۔ اور کسی نے دس سال۔ اور سارے جہان سے مبرا ہو گذرے ہیں *

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ پچاس تک متوکل رہے۔ اور خلقت سے گوشہ گیری اختیار کی۔ اور اسی پچاس سال کے عرصے میں کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیا۔ اگر کوئی شخص کچھ لاتا بھی تو دروازے سے ہی واپس کر دیتے اور فرماتے کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ جو میری روزی ہے وہ مجھے مل جائیگی *

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! شیخ قطب الدین بختیار اوشی بیس سال تک شیخ معین الدین سنجری کی خدمت میں رہے۔ میں نے اس عرصے میں کبھی نہ دیکھا۔ کہ کسی کو آپ نے اپنے پاس آنے دیا ہو۔ لیکن ہاں جب آپکے لنگر میں کچھ نہ ہوتا۔ تو خادم آن کر کھڑا ہو جاتا۔ خواجہ معین الدین مصلےٰ اُٹھا کر فرماتے کہ جتنا آج اور کل کے لئے کافی ہو اتنا اُٹھا لو۔ سارا سال یہی طریق رہا۔ اگر کوئی مسافر آجاتا۔ تو جو کچھ وہ مانگتا۔ اسے دے دیتے۔ وداع کرتے وقت مصلےٰ کے نیچے ہاتھ ڈالتے۔ جو کچھ ہاتھ میں آجاتا۔ وہ اسے دیا جاتا *

پھر فرمایا۔ کہ جو شخص حقتعالیٰ کی دوستی اور محبت کا دم بھرے اور اپنے تئیں درویش کہلائے۔ اور توکل میں متوکل ہو۔ اور پھر اپنے جیسوں سے کس چیز کی توقع کرے۔ سمجھ لو۔ کہ وہ درویش نہیں۔ پھر خواجہ صاحب نے یہ دو شعر زبان مبارک سے فرمائے ؎

ہر کہ دعوائے کند بدرویشی | خط بیزاری از جہاں بدہد
بالحقیقت بداں کہ مرتا ہست | رفت بدنام کش نشاں ندہد

جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی۔ تو آپ اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اور میں اور خلقت واپس چلے گئے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک *

فصل چہارم

سخن در ذکر توبہ وغیرہ افتادہ بود

جب پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ بہت سے لوگ جماعت خانہ میں بیٹھے تھے۔ اور توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں شیخ بدرالدین غزنوی اور شیخ جمال الدین ہانسوی آئے اور ایک دوسرے سے مصافحہ کرکے بیٹھ گئے۔

پھر شیخ الاسلام نے زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ توبہ کی چھ قسمیں ہیں۔ اوّل دل اور زبان سے توبہ کرنا۔ دوسری آنکھ کی تیسری کان کی۔ چوتھی ہاتھ کی۔ پانچویں پاؤں کی اور چھٹی نفس کی۔ پھر ہر ایک کی شرح یوں بیان فرمائی۔ کہ اوّل جب تک توبہ کی دل سے تصدیق نہ کرے۔ اور زبان سے اقرار نہ کرے توبہ درست ہی نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے کہ جب تک دل دُنیا کی دوستی۔ کھوٹ۔ حسد۔ دکھ۔ فحش۔ ریا اور بُرائی وغیرہ سے پاک نہ ہو جائے۔ اور ان معاملات سے سچے طور پر توبہ نہ کرے۔ اس کی توبہ توبہ نہیں شمار ہوتی۔ مثلاً ایک شخص گناہ کر رہا ہے۔ اور اسی وقت توبہ بھی کرتا ہے۔ تو اُسکی توبہ توبہ شمار نہ ہوگی۔ اپنی نفسانی خواہش کے لئے گناہ کرتا ہے۔ اور بات توبہ کی کرتا ہے یہ بھلا کب درست ہو سکتی ہے جب تک کہ پہلے اپنے دل کو اس معاملے سے بالکل صاف نہ کرے۔ توبہ درست ہی نہیں ہوتی۔ اِس واسطے کہ کلام اللہ میں فرمان ہے کہ اے ایمان والو! نصوحی توبہ کرو یعنی ایسی توبہ جو دل سے بھی ہو اور زبان سے بھی۔ اس توبہ نصوحی سے مراد دل کی توبہ ہے۔ جب توبہ کرو۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آجاؤ۔ جب دِل ان دنیاوی خرابیوں سے صاف ہو جائیگا۔ تو توبہ توبہ شمار ہوگی۔ اور تو متقی کے برابر ہو جائیگا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ کہ "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ" یعنی جو شخص گناہ سے توبہ کرے۔ وہ ایسے شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا۔ پس اس صورت میں توبہ کرنے والا اور متقی دونوں برابر ہیں۔

پھر فرمایا۔ کہ توبہ دِل کی ہی ہوتی ہے۔ زبان سے خواہ لاکھوں مرتبہ توبہ کی جائے۔ جب تک دل سے تصدیق نہ کی جائے کبھی درست نہیں ہوتی۔ جب زبان سے اقرار کرے تو دل سے تصدیق بھی کرنی چاہیئے۔

پھر فرمایا۔ کہ بعض تائب زبان سے تو توبہ کرتے ہیں لیکن دل اسی بدی کی طرف مائل رہتا ہے۔ صبح سے شام تک توبہ توبہ پکارتے ہیں۔ جب اس بیماری سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ تو پھر بیخودی اور غفلت میں پڑ جاتے ہیں۔ اور توبہ کو بھولے سے بھی یاد نہیں کرتے۔ پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ رُباعی پڑھی۔ رُباعی

بر دل اثر گناہ بر لب توبہ | در صحبت خوشدلی و در تپ توبہ
ہر روز شکستن است و ہر شب توبہ | زیں توبۂ نادرست یارب توبہ

پھر فرمایا۔ کہ مرنے سے پہلے توبہ کرنی چاہئے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ خواجہ بشر حافی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کی توبہ کا باعث کونسی بات ہوئی۔ فرمایا۔ ایک روز میں شراب خانے میں بیٹھا تھا۔ کہ غیب سے آواز آئی۔ کہ اے بشر حافی موت سے پہلے توبہ کر لے۔ جب یہ آواز سنی تو توبہ کر لی۔ اور پھر ان گناہوں کے نزدیک بھی نہ پھٹکا۔ جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ درجہ عنایت فرمایا +

پھر فرمایا۔ کہ جب انسان اپنے تینوں دلوں کو دنیاوی خرابیوں وغیرہ سے پاک کر لے اور بالکل توبہ کر لے یعنی اس کے دل سے لوگوں کے دماغ کو خوشبو حاصل ہو۔ تو سمجھ لو۔ کہ اس کی توبہ توبہ نصوحی ہے۔ قلوب ثلٰثہ کی تعریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یوں بیان فرمائی ہے " القلوب ثلاثۃ قلب سلیم وقلب منیب وقلب شہید۔ اما قلب السلیم فھو الذی لیس فیہ سواء معرفتہ اللہ تعالیٰ واما القلب المنیب فھو الذی تایب من کل شئ الی اللہ تعالیٰ واما القلب الشہید فھو الذی شاھد اللہ فی کل شیئ" دل تین ہیں۔ ایک سلیم۔ دوسرے منیب تیسرے شہید۔ سلیم وہ جس میں اللہ تعالےٰ کی معرفت کے سوا اور کچھ نہ ہو منیب وہ ہر چیز سے توبہ کر کے اللہ تعالےٰ کی طرف لوٹ آیا ہو۔ اور شہید وہ جس نے ہر چیز میں اللہ تعالےٰ کا مشاہدہ کیا ہو +

پھر فرمایا۔ کہ جب انسان کے دل میں یہ تین چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں اور ان پر برقرار ہو جاتا ہے تو واقعی جان لو۔ کہ وہ سلیم منیب اور شہید ہو گیا ہے پس اس کی توبہ توبہ نصوحی ہے۔ اور اگر ابھی دنیاوی اشغال۔ شہوات اور مالوفات سے آلودہ ہے۔ تو وہ دل مردہ ہے۔ اگر ان سب سے صاف ہو گیا ہے تو ازل سے ابد تک زندہ رہیگا +

پھر فرمایا۔ کہ مولیٰ اور بندے کے درمیان جو حجاب ہوتا ہے وہ بھی اسی دلی آلائش کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب آلائش دور ہو جائے اور توبہ کے ذریعے اپنے تئیں پاک کرے۔ تو وہ حجاب اٹھ جاتا ہے یہی دلی آلائش شغولی ہے پس تو اپنے دل کو شہوات اور مالوفات سے پاک کر۔ تاکہ حجاب بیچ سے اٹھ جائے۔ اور تو مشاہدہ اور مکاشفہ کی لذات و شہوات کے درجے کو پہنچ جائے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! تو نے دل کی توبہ کا حال تو سن لیا۔ اب زبان کی توبہ کا حال سن۔ زبان کی توبہ یہ ہے۔ کہ توبہ کے بعد زبان کو ہر ناشائستہ کلام سے روکے اور بیہودہ بات نہ کہے اور نہ کہنے والی باتوں سے توبہ کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تازہ وضو کر کے دوگانہ ادا کرے اور پھر قبلہ رخ بیٹھکر یہ دعا کرے۔ کہ پروردگار! میری اس زبان کو برا کہنے سے توبہ عنایت کر۔ اور اپنے ذکر کے سوا کسی اور بات کہنے پر اسے جاری نہ کر۔ اور جن باتوں میں تیری رضا نہیں۔ ان کے بیان

کرنے سے اسے باز رکھ ✤

پھر فرمایا۔ کہ جب صبح ہوتی ہے۔ تو ساتوں اعضار زبانِ حال سے کہتے ہیں۔ کہ اے زبان! اگر تو اپنے تئیں محفوظ نہ رکھیگی تو ہم ہلاک ہوجائینگے ✤

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک بیہودہ بات کی تھی۔ سو اپنی زبان کو اس قدر دانتوں تلے دبایا۔ کہ خون نکل آیا۔ اور بعد ازاں عہد کرلیا۔ کہ جب تک میں زندہ رہونگا۔ کسی سے گفتگو نہ کروں گا۔ پس ایک بیہودہ بات کے عوض بیس سال کسی سے ہمکلام نہ ہوئے ✤

پھر فرمایا۔ کہ ایک روز ایک واصلِ خدا مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے ایک شخص کے آنے کی بابت پوچھا۔ کہ آیا فلاں شخص آگیا ہے۔ بعد ازاں اپنے دل میں سوچا۔ کہ میں نے یہ کیا بات کی ہے۔ اس کے عوض تیس سال تک لوگوں سے گفتگو بالکل بند رکھی۔ پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہوکر یہ شعر پڑھا ؎

درکام زبانِ دشمنِ جان ۔۔۔ گرجاں بکار آید ہوشدار زبان

پھر فرمایا۔ کہ میں نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سُنا ہے۔ کہ ایک دفعہ میں نے ایک درویش واصلِ حق کو دیکھا۔ جو اللہ تعالےٰ کی بندگی میں مشغول تھا۔ میں دس سال اس کے پاس رہا۔ لیکن اس عرصے میں اسکی زبان سے کوئی ایسی بات نہ سُنی جو کہنے کے قابل نہ ہو۔ مگر ایک بات سُنی وہ یہ کہ اس نے ایک عزیز کو کہا۔ کہ اے درویش! اگر تو آخرت میں اپنے تئیں سلامت لیجانا چاہتا ہے تو ناشائستہ گفتگو سے اپنی زبان کو بچا۔ یہ کہکر فوراً اپنی زبان کو دانتوں تلے اسقدر زور سے دبایا کہ خون ٹپک پڑا۔ اور کہا کہ یہ بات تجھے کہنی مناسب نہ تھی۔ اس کے عوض بیس سال تک کسی سے کلام نہ کی ✤

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اے درویش! جس روز اللہ تعالیٰ نے زبان کو آدم علیہ السلام کے مُنہ میں رکھنا چاہا۔ تو زبان کو فرمایا۔ کہ اے زبان! دیکھ تیری پیدائش سے میرا خاص مُدعا یہ ہے۔ تو میرے نام کے سوا اور کوئی نام نہ لے اور میرے کلام کے سوا اور کچھ نہ پڑھے۔ اور اگر انکے علاوہ تو نے کچھ اور کہا۔ تو یاد رکھ تو بھی اور باقی کے اعضار بھی مصیبت میں گرفتار ہونگے۔ پس اے درویش! زبان خاصکر ذکر اور قرآنی تلاوت کے لئے بنائی گئی ہے ✤

پھر فرمایا۔ کہ مشائخ طبقات لکھتے ہیں۔ کہ انسان کے ہر عضو میں شہوت اور خواہش ہے۔ جو حجاب اور آفت کا موجب ہوتی ہے۔ جب تک ان شہوات اور خواہشات سے توبہ نہ کرے اور تمام اعضار کو پاک نہ کرے۔ ہرگز کسی مرتبے پر نہیں پہنچتا ✤

پھر فرمایا۔ کہ جو اعضار بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے اول نفس ہے۔ جس

میں شہوت رکھی گئی ہے۔ دوسرے آنکھ جس میں دیکھنے کی خواہش رکھی گئی ہے تیسرے کان جس میں سننے کی خواہش رکھی گئی ہے۔ اسی طرح ناک میں سونگھنے کی۔ اور ہاتھ میں چھونے کی۔ اور تالو میں چکھنے کی۔ اور زبان میں تعریف کرنے کی۔ اور آٹھویں دل ہے جس میں درد ہی درد ہے پس حقتعالے کے طالب کو چاہیئے۔ کہ ان سے توبہ کرے تا اللہ تعالےٰ اُسے سُن لے۔ جو فرماتا ہے کہ میں اپنی حکمت سے خلقت کے مابین اُسے معزز کروں گا۔ جو دُنیا کی محبت سے دل کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور جو اپنے نفس کو دیدہ بازی سے محفوظ رکھیگا اُسے ترک گناہ سے معزز بناؤنگا۔ اور جو میرے سوا سب کو بھول جائیگا اُسے قیامت کے دن معزز بناؤں گا ❊

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! کہ سب سے بڑھ کر سعادت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر حکمران ہو۔ تاکہ نفس شہوت رانی نہ کرسکے اِس کام کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیئے۔ یہی درویش کے کام کا خلاصہ اور درویشی کا جوہر ہے ❊

پھر فرمایا۔ کہ جب عالم نورانی سے اِلہٰی تجلی کے اسرار اور انوار نازل ہوتے ہیں۔ تو پہلے دِل پر نازل ہوتے ہیں۔ اور جب زبان اور دِل آپس میں موافق ہو جاتے ہیں۔ تو پھر عشق کے انوار وہاں مکان کرتے ہیں۔ اگر دل اور زبان ایک دوسرے کے موافق نہیں۔ تو محبت کے انوار وہاں سے واپس چلے جاتے ہیں۔ اور ایسے دِل پر جاتے ہیں۔ جو زبان سے موافق ہوتا ہے

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ کسی کامل سے پوچھا گیا کہ عشق حقیقی میں ثابت قدم کون ہے؟ فرمایا جس کا دل اور جس کی زبان آپس میں موافق ہوں۔ اس واسطے کہ پہلے عشق حقیقی دِل پر ظاہر ہوتا ہے۔ پھر زبان پر۔ جب دِل اور زبان عشق سے آپس میں مل گئے۔ تو وہ محبت حق ہو گئی۔ زبان تمام اعضاؤں کی بادشاہ ہے جب زبان سلامت ہے۔ تو سمجھو کہ سارے اعضاء سلامت ہیں۔ اس واسطے کہ مشہور ہے۔ کہ جب بادشاہ دین کے کام میں خلل ڈالے تو تمام رعایا خلل انداز ہوتی ہے۔ اور جب بادشاہ سلامت ہو۔ تو ساری سلطنت کے سارے کام بخوبی سرانجام پاتے ہیں۔ پس اے درویش! کان، آنکھ، نفس وغیرہ ساتوں اعضاء زبان کے تابع ہیں۔ جب زبان سلامت ہے تو سارے اعضاء سلامت ہیں ❊

پھر فرمایا۔ کہ دوسری آنکھ کی توبہ ہے۔ اِس توبہ کی شرط یہ ہے۔ کہ غسل کرے اور دوگانہ نماز ادا کرکے روبقبلہ بیٹھے اور دونوں ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھا کر یہ کہے۔ کہ اے پروردگار! میں اِن تمام چیزوں کے دیکھنے سے جو دیکھنے کے قابل نہیں توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ میں کسی نادیکھنے والی چیز کو نہ دیکھوں گا صرف ان چیزوں کو دیکھوں گا جن کا دیکھنا جائز ہے۔ اور بعد ازاں آنکھ کو ممنوعات کے دیکھنے سے بچائے رکھے۔ یہ آنکھ کی توبہ ہے۔ کیونکہ آنکھ ہی ایسی چیز ہے جس سے حضور کی نعمت

بھی حاصل ہوسکتی ہے اور آنکھ ہی ایسی چیز ہے جس سے لوگ مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پس اے درویش! عشق کا پہلا مرتبہ آنکھ میں ہے۔ لوگوں کو چاہیئے۔ کہ جس کام میں مشاہدہ کی نعمت ہے۔ اس کی کوشش کریں اور حقتعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھیں +

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک دفعہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم زید کے گھر کے پاس سے گذر رہے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک باہر سے زید کی بیوی پر پڑی چشم مبارک بند کر کے آگے گذر گئے۔ فوراً حضرت جبرائیل نے آکر عرض کی۔ یا رسول اللہ! زید کی عورت آپ پر حلال ہے اس سے نکاح کر لیں۔ اب وہ زید پر حرام ہوگئی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سخت ملول ہوئے اور فرمایا کاش! یہ آنکھ ہی نہ ہوتی جس کے دیکھنے سے اس قسم کی بات ظہور میں آتی +

پھر فرمایا۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ناقابل دید ایک شے کو دیکھا۔ تو تین سو سال تک روتے رہے حکم ہوا کہ داؤد! کس واسطے روتے ہو؟ عرض کی کیا کہوں اس آنکھ نے مجھے مصیبت میں پھنسایا۔ چونکہ آنکھ کا قصور ہے۔ اس لئے آنکھ ہی کو اس کی سزا ملنی چاہئے۔ کیونکہ اسی نے ممنوعہ چیز کو دیکھا +

پھر فرمایا۔ کہ حضرت شیث علیہ السلام اس قدر روئے کہ نابینا ہو گئے۔ جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ دو سبب ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے ایک ممنوعہ چیز کو دیکھا۔ دوسرے یہ کہ جس آنکھ نے دوست کا جمال دیکھا ہو حیف ہے۔ کہ پھر وہ کسی اور کو دیکھے۔ اگر وہ دیکھے تو اس کا اندھا ہونا ہی بہتر ہے۔ تا کہ قیامت کے دن جب اُٹھے تو جمال دوست ہی میں آنکھ کھولے۔ بعد ازاں ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ لیکن کسی نے آپ کو آنکھ کھولے ہوئے نہ دیکھا +

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ یہ شعر میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی زبانِ مبارک سے سُنا تھا ؎

دیدۂ کو جمال دوست بدید تا بود زندہ مبتلا باشد

پھر فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں صادق وہ ہے۔ جب اسکی آنکھ میں مشاہدہ حق کا سرمہ لگ جائے۔ تو آنکھ بند کرلے اور غیر کی طرف نہ دیکھے۔ صرف قیامت کے دن تجلئے حق کو دیکھے وہ اس وقت جبکہ دوست اسکی منت کرے کہ اب آنکھ کھول تب کھولے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ آنکھ کی توبہ تین قسم کی ہے اول ممنوعہ اشیاء کے دیکھنے سے۔ دوسرے اگر مسلمان بھائی کی غیبت کرے اور کچھ دیکھ لے۔ تو اس سے توبہ کرے۔ کہ میں نے کیوں دیکھا۔ اگر دیکھ لے تو کسی کے آگے اُسے بیان نہ کرے +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! کان کی توبہ یہ ہے کہ تمام ناقابل شنید باتوں سے توبہ کرے۔

اور کوئی ممنوعہ شے نہ سنے۔ پھر اسکی توبہ توبہ شمار ہوتی ہے ۞

بعد ازاں فرمایا۔ کہ انسان کو جو شنوائی دی گئی ہے۔ تو اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ کا ذکر سنے اور جہاں کلام اللہ پڑھا جارہا ہو۔ کان دھر کر سنے۔ نہ اس واسطے دی گئی ہے کہ جہاں برائی۔ تمسخر اور سرود وغیرہ ہو رہا ہو سنے۔ اس واسطے کہ خبر نہیں ہے کہ جو اس قسم کی آوازیں سنیگا۔ قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر اس کے کانوں میں ڈالا جائیگا ۞

پھر فرمایا۔ کہ عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ راستہ چل رہے تھے۔ کہ آہ و بکا کی آواز کان میں آئی۔ فوراً دونوں انگلیوں سے کان بند کر کے گھر پہنچے۔ تو حکم دیا۔ کہ کچھ سیسہ پگھلا کر لاؤ۔ جب لایا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ میرے کانوں میں ڈالدو۔ کیونکہ میں نے ناقابل شنید چیز سنی ہے۔ قیامت کے دن کے عذاب سے تو خلاصی ہوگی۔ آج ہی اس کا کفارہ کر لیتا ہوں۔ پس اے درویش! درویشوں نے اپنے تئیں خلقت کی صحبت سے دور رکھا ہے اور تنہائی اختیار کی ہے۔ تاکہ ناقابل شنید باتیں نہ سنیں۔ یہی کان کی توبہ ہے۔ چوتھی توبہ ہاتھ کی ہے۔ یعنی کوئی ایسی چیز نہ چھوئی جائے جس کا پکڑنا نا مناسب ہے۔ ایسی تمام باتوں سے توبہ کرے ۞

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے ایک درویش کو بدخشاں میں دیکھا جو بزرگان دین سے تھا۔ اور جس کا نام شیخ برہان الدین تھا۔ اس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ اور تیس سال سے تنہائی میں معتکف تھا۔ اس سے ہاتھ کٹنے کی وجہ پوچھی۔ تو کہا۔ کہ ایک مرتبہ میں ایک مجلس میں حاضر تھا۔ صاحب مجلس کی اجازت بغیر میں نے گیہوں کے ایک دانے کو دو ٹکڑے کر کے پھر رکھدیا۔ غیب سے آواز آئی۔ کہ اے درویش! یہ کیا حرکت تو نے کی ہے۔ کہ مالک کی اجازت بغیر گیہوں کا دانہ دو ٹکڑے کر ڈالا۔ جونہی میں نے یہ بات سنی۔ فوراً ہاتھ کاٹ کر باہر پھینکدیا۔ تاکہ پھر نا پکڑنے کے قابل چیز نہ پکڑ سکوں۔ پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ مردان خدا ایسا ہی کر کے کسی مرتبے کو پہنچے ہیں ۞

بعد ازاں فرمایا۔ کہ پانچویں توبہ پاؤں کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جن مقامات پر جانا نامناسب ہے وہاں نہ جائے اور خواہش سے پاؤں باہر نہ رکھے۔ تاکہ اس کی توبہ توبہ شمار ہو ۞

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ سفر کرتے کرتے ایک جنگل میں غار کے اندر ایک درویش صاحب نعمت اور از حد بزرگ دیکھا۔ جس کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ سلام کے بعد جب وجہ پوچھی۔ تو کہا کہ ایک روز میں وضو کرنیکے لئے غار سے باہر نکلا۔ تو میری نگاہ ایک عورت پر پڑی۔ مجھے خواہش ہوئی۔ تو غار سے باہر قدم رکھا۔ کہ اسے پکڑ لوں۔ وہ عورت غائب ہو گئی۔ فوراً چھری لیکر پاؤں کاٹ کر باہر پھینکدیا۔ پس اے درویش! آج چالیس سال کا عرصہ ہونے آیا ہے۔ کہ ایک نبی

پاؤں پر کھڑا ہوں۔ اور شرمندگی کے مارے حیران ہوں۔ کہ قیامت کے دن یہ منہ کس طرح دکھاؤں گا۔ اور کیا جواب دونگا +

ایک مرتبہ خواجہ بایزید سے کسی درویش نے پوچھا۔ کہ آیا عاشق کو ہر وقت حضوری رہتی ہے یا کبھی کبھی۔ فرمایا ہر وقت۔ اس واسطے کہ عاشق خواہ کھڑا ہو تو بھی مشاہدہ حق کے حضور میں ہے بیٹھا ہے تو بھی مشاہدہ میں غرق ہے۔ اگر سویا ہوا ہے تو بھی مشاہدہ حق کے خیال میں مستغرق ہے پس عاشق کو مشاہدہ دوست میں ہر وقت حضوری حاصل ہے +

پھر فرمایا۔ کہ عاشق کے لئے حضور اور غیبت یکساں ہے۔ جس طرح حضور ہے اسی طرح غیبت پھر فرمایا۔ کہ میں نے یہ شعر شیخ بہاؤ الدین زکریا کی زبانی سنا تھا ؎

حضور و غیبت عاشق چو ہر دو یکسانست　　　بغیب مست حجابش حضور نیز ہمانست

بعد ازاں فرمایا۔ کہ چھٹی توبہ نفس کی ہے پس چاہیئے کہ نفس کو تمام خواہشات۔ ماکولات اور شہوات سے باز رکھا جائے۔ اور ان سب سے توبہ کی جائے۔ اور نفس کی خواہش کے مطابق کام نہ کیا جائے قرآن شریف میں ہے کہ من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی، یعنی جو شخص اپنے پروردگار سے ڈرے اور خواہشات سے نفس کو روکے تو اس کا مقام بہشت میں ہوگا +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ہارون رشید زبیدہ سے جھگڑ پڑا۔ اس نے کہا۔ جا دوزخی۔ ہارون نے فوراً قسم کھائی۔ کہ جب تک مجھے کوئی بہشتی نہیں کہیگا تب تک تیرے اور میرے درمیان قسم ہے۔ الغرض یہ کہکر بعد میں وہ پشیمان ہوا۔ کہ میں نے ایسا کیوں کہا۔ سب علماء کو بلایا۔ لیکن کسی نے یہ نہ کہا کہ تو بہشتی ہے۔ اس مجلس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ انہوں نے اٹھ کر پوچھا۔ کہ کیا تم کبھی اپنی نفسانی خواہش سے بھی ٹلے ہو۔ کہا۔ ہاں فلاں مجلس میں امام نے فتوے دیا۔ کہ تو اس آیت کے مطابق بہشتی ہے۔ آیۃ "اما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی، یعنی جو شخص اللہ کے خوف کے سبب خواہش نفسانی سے باز رہتا ہے۔ اسکی جگہ بہشت میں ہوگی +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اے درویش! توبہ تین قسم کی ہوتی ہے۔ حال۔ ماضی اور مستقبل حال یہ کہ کئے ہوئے گناہ سے ندامت حاصل ہو۔ ماضی یہ کہ دشمنوں کو راضی کرے۔ اگر کسی کی کوئی چیز چھین لی ہے۔ تو واپس کرے۔ اگر واپس کئے بغیر توبہ کرے تو توبہ قبول نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے دوگنی چیز دیکر اسے خوش کرے پھر توبہ قبول ہوتی ہے۔ اگر کسی کو برا بھلا کہا ہو۔ تو اس سے معافی مانگے۔ اگر وہ شخص جسے برا بھلا کہا ہو مرجائے تو غلام آزاد کرے۔ ایسا کرنے سے گویا اس نے مردہ کو زندہ کیا۔ اگر کسی کی منکوحہ یا کنیز سے زنا کرے تو اس سے معافی نہ مانگے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور

توبہ کرے۔ اگر شرابی شراب سے توبہ کرے۔ تو لوگوں کو شربت اور ٹھنڈا پانی پلائے۔ خلاصہ یہ کہ توبہ کرتے وقت گناہ کی بابت معذرت کرے مستقبل یہ ہے کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کی ٹھان لے۔

جب شیخ الاسلام یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو اٹھ کر اندر چلے گئے۔ اور میں اور لوگ واپس چلے آئے الحمد للہ علیٰ ذالک۔

فصل پنجم

سخن در ذکر خدمت کردن بزرگان و آداب دن نہادہ بود

قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو شیخ الاسلام نے زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! جس نے سعادت حاصل کی خدمت سے کی۔ کیونکہ دین دنیا کی نعمت مشائخ اور پیروں کی خدمت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص سات دن مشائخ اور پیروں کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اعمال نامے میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔ اور جو قدم اٹھاتا ہے۔ ہر قدم کے بدلے حج اور عمرہ کا ثواب اسے ملتا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر کی وفات کے بعد شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی خدمت کی۔ کہ کوئی خادم ایسی خدمت بجا نہیں لا سکتا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کو بغداد میں میں نے دیکھا تھا تو آپ سر پر چولھا اٹھائے ہوئے تھے۔ اور اس پر دیگچی میں آتش گرم کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ فرمایا۔ حج کو۔ مجھے یہ خدمت دیکھ کر تعجب آیا۔ لوگوں سے پوچھا۔ کہ آپ کتنے سال سے یہ خدمت بجا لا رہے ہیں۔ کہا پچیس سال سے اس درویش کو اسی طرح خدمت بجا لاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ عبد اللہ حنیف سے پوچھا گیا۔ کہ یہ دولت کہاں سے پائی۔ فرمایا۔ ایک درویش کی خدمت کرنے سے کہ جو کچھ وہ درویش فرماتا تھا میں سر آنکھوں سے بجا لاتا تھا۔ چنانچہ ایک روز مجھے اس درویش نے فرمایا۔ کہ فلاں درویش کو میرا سلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ کل میرے پیر کا عرس ہے کھانا موجود ہوگا۔ قدم رنجہ فرمائیگا۔ اور اس مقام کو بابرکت کیجیئے۔ تاکہ کھانا آپکے روبرو تقسیم ہو۔ جہاں پر وہ درویش رہتا تھا۔ راستے میں شیر کا ڈر تھا۔ اس درویش نے مجھے یہ کام آزمایش کے لئے فرمایا تھا۔ الغرض میں حکم کے بموجب روانہ ہوا۔ تو ایک مقام پر شیر بالمقابل ہوا۔ جب میں اُس کے پاس پہنچا۔ تو کہا کہ اے شیر! میں اپنے پیر کے حکم کے بموجب فلاں درویش کے پاس جاتا ہوں۔ مجھے راستہ دیدو۔ یہ سنتے ہی شیر نے راستہ دیدیا۔ اور آداب بجا لا کر چلا گیا۔ میں گذر کر اس درویش کے پاس پہنچا۔ اور پیغام پہنچایا۔ اس نے

قبول کیا۔ کہ میں آنگ نگاہیں آداب بجالا کر واپس حاضرِ خدمت ہوا۔ تو میرے پیر نے مجھے گلے لگایا اور فرمایا۔ کہ واقعی خدمت کا حق یہی تھا جو تو بجا لایا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ جاؤ تجھے دین اور دنیا دئے۔ وہاں سے لوٹ کر میں کیٹا میں آگیا۔ پس جو نعمت مجھ میں دیکھتے ہو۔ وہ سب اس درویش کی عطا کردہ ہے ؛

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ سے پوچھا گیا۔ کہ یہ دولت کہاں سے پائی فرمایا۔ دو باتوں سے۔ ایک اپنی ماں کی خدمت سے اور دوسری اپنے پیر کی خدمت کرنے سے۔ ماں والا واقعہ تو یوں ہے۔ کہ ایک دفعہ جاڑے کے موسم میں رات کو میری والدہ صاحبہ نے پانی مانگا۔ میں نے اُٹھ کر کوزہ بھرا اور ہاتھ پر رکھ کر حاضرِ خدمت ہوا۔ لیکن والدہ صاحبہ سو گئیں۔ جب رات تیسرا حصہ گذر گئی اور والدہ صاحبہ بیدار ہوئیں۔ تو پانی سمیت ہاتھ سے لیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی۔ اور پیر والا واقعہ یوں ہے۔ کہ بیس سال تک میں نے خدمت کی۔ اس عرصے میں مجھے دن رات برابر تھے چنانچہ ایک رات میں قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھا اور میرے سوا کوئی مرید اس وقت حاضرِ خدمت نہ تھا۔ شیخ صاحب نے آواز دی۔ کہ اے عزیز! قرآن شریف لاؤ۔ میں لے گیا تو مجھ سے لیکر دعا کی ؛

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اے درویش! جب تک تو درویشوں کی خدمت نہ کرے گا۔ کبھی کسی مقام پر نہیں پہنچیگا؛

پھر فرمایا۔ کہ شیخ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کے خواب کے کپڑے بیس سال سر پر اُٹھائے رہے اور حج کو ہمراہ لیگئے۔ تب یہ نعمت پائی جو تمام اہلِ جہان کے نصیب ہوئی ہے ؛

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ ایک روز صدق سے اپنے پیر کی خدمت کرنا بے صدق کی ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے ؛

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ساقی القوم اٰخرھم یعنی جو لوگوں کو پانی پلائے اسے خود سب کے بعد پینا چاہیئے۔ اسی طرح کھانا کھلانے میں واجب ہے۔ کہ خادم پہلے نہ کھانا کھائے۔ پھر فرمایا۔ کہ میزبان کو واجب ہے۔ کہ خود مہمان کے ہاتھ دھلائے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ پہلے اپنے ہاتھ دھو کر پاک کرے تاکہ دوسروں کے ہاتھ دھلانے کے قابل ہو جائے۔ لیکن پانی پلاتے وقت پہلے خود نہ پئے۔ بلکہ پہلے اوروں کو پلائے اور بعد میں آپ پئے ؛

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک شخص خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہاتھ دھلانے کے لئے پانی لایا۔ اور بیٹھ گیا۔ خواجہ صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ وجہ پوچھی۔ تو فرمایا۔ کہ چونکہ تم بیٹھ گئے۔ اب مجھے واجب ہے کہ اُٹھ کھڑا ہوں۔ مطلب یہ کہ ہاتھ دھلانے والے کو بیٹھنا واجب نہیں۔ کیونکہ خلاف ادب ہے ؛

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ امام شافعی رح کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے۔ تو امام مالک رح

نے خود امام شافعی رح کے ہاتھ دھلائے ÷

پھر فرمایا۔ کہ ایک دفعہ میں بطور مسافر بغداد میں وارد ہوا۔ تو دجلہ کنارے غار میں ایک بزرگ کو دیکھا جو نہایت باعظمت اور صاحب نعمت تھا۔ لیکن ازحد کمزور۔ اس وقت وہ کٹیا کے اندر نماز میں مشغول تھا جب فارغ ہوا۔ تو میں نے سلام کہا۔ فرمایا۔ علیک السلام اے فرید! میں حیران رہ گیا۔ کہ اسے میرا نام کون بتا گیا۔ فوراً فرمایا۔ کہ جو تجھے یہاں لایا۔ وہی نام بتا گیا۔ پھر مجھے فرمایا۔ کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ کچھ کچھ عرصہ میں خدمت میں رہا۔ افطار کے وقت دو آدمی دستر خوان لاتے۔ اور اس کے سامنے رکھ کر چلے جاتے۔ ایک دفعہ چند صوفی بھی آ گئے۔ ہم سب نے ملکر کھانا کھایا۔ مگر اس درویش نے خود ہاتھ دھلائے میں نے عرض کی کہ اتنے آدمیوں کے ہوتے ساتے آپ نے کیوں ہاتھ دھلائے۔ فرمایا۔ کہ یہ قاعدے کی بات ہے۔ کہ مہمانوں کے ہاتھ میزبانوں کو خود دھلانے چاہئیں ÷

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت موسٰے صلوٰۃ اللہ علیہ کوہ طور پر آئے۔ تو فرمان ہوا کہ نعلین اتار کر آؤ۔ تاکہ پہاڑ کی گرد تمہارے پاؤں پر پڑے۔ اور تم بخشے جاؤ۔ لیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معراج کی رات عرش کے نزدیک پہنچے۔ تو حکم ہوا۔ کہ یا محمدؐ النعلین سمیت آئیگا تاکہ نعلین مبارک کی گرد عرش پر پڑنے سے اسے جنبش سے قرار آئے ÷

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! جب حضرت موسٰی علیہ السلام قبر سے اٹھینگے۔ تو مستوں کی طرح چلینگے۔ اور عرش کے کنگرے پر ہاتھ مار کر فریاد کرینگے۔ کہ "رب ارنی انظر الیک" حکم ہوگا۔ اے موسٰے! چپ رہ! آج حساب کا دن ہے۔ محاسبہ کے بعد بہشت میں دیدار ہوگا۔ لیکن جب جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آنجناب کی امتیں آئینگی۔ تو ان میں بعض ایسے بھی عاشق ہونگے۔ جن کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا۔ کہ انہیں زنجیروں سے جکڑ کر بہشت میں لے جاؤ۔ لیکن وہ زنجیروں کو توڑ فریاد کرتے ہوئے عرش تلے آ جائینگے۔ پھر ویسا ہی حکم ہوگا۔ پھر توڑ کر آ جائینگے۔ غرضیکہ ستر ہزار زنجیر توڑینگے۔ پھر حکم ہوگا۔ کہ دیدار کا وعدہ بہشت میں ہے۔ وہاں چلو۔ پھر انہیں قرار حاصل ہوگا ÷

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک روز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے۔ دست مبارک میں انگشتری تھی۔ اسے پھرا رہے تھے۔ فرمان ہوا۔ کہ اے محمدؐ! ہم نے تجھے کھیل کے لئے نہیں پیدا کیا بعد ازاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زندگی بھر کبھی ایسی باتوں میں مشغول نہ ہوئے ÷

پھر فرمایا۔ اے درویش! جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے جیل میں بھیجا اور آپ نے بادشاہ کے ساقی کو خواب کی تعبیر بتلائی تھی۔ کہ تو بادشاہ کا ساقی بنیگا۔ اور دوسرے کو بتلائی تھی کہ تجھے کوّے اور چیلیں کھائینگی۔ اس روز یوسف علیہ السلام نے ساقی کو کہا تھا۔ کہ بادشاہ کو میری

بابت یاد دلانا۔ اسی وقت حضرت جبرائیل آئے اور فرمان لائے۔ کہ اے یوسفؑ! تو نے ہمیں فراموش کر دیا۔ کہ ہماری خبر دوسرے کو کہتا ہے۔ اب تو سات سال اور جیل میں رہ +

پھر فرمایا۔ اے درویش! حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود اسقدر سلطنت کے جب کبھی دعوت کرتے یا مجلس جمع کرتے۔ تو کھانے سے پیشتر آبدیدہ ہوتے اور لوٹا خود ہاتھ میں لیتے اور طشتری غلام۔ پھر مہمانوں کے ہاتھ خود دھلاتے۔ اور خود پانی اس وقت پیتے۔ جب سارے مہمان پی چکتے۔ الغرض باوجود اسقدر سلطنت اور جاہ و حشم کے خود زنبیل بنکر بیچتے۔ اور اس کے داموں سے روٹی کھاتے۔ ایک روز دل میں خیال آیا۔ کہ اے پروردگار! اس قدر تو نے مجھے عنایت کی۔ لیکن اس میں سے میرے نصیب کچھ بھی نہیں۔ میں زنبیل بنکر اپنا گذارہ کرتا ہوں۔ جب یہ خیال دل میں گذرا۔ تو اس روز جب زنبیل بنکر بازار گئے تو کسی نے نہ خریدی۔ واپس چلے آئے۔ اسیطرح سات روز تک گئے۔ لیکن زنبیل فروخت نہ ہوئی۔ آپ حیران رہ گئے۔ کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ اسی وقت حضرت جبرائیلؑ نے آکر کہا۔ اے سلیمان! اب زنبیل کی قیمت سے کھانا کیوں نہیں کھاتے۔ ذرا اوپر کی طرف دیکھو۔ جب اوپر نگاہ کی۔ تو ساری زنبیلوں کو آسمان کے گوشے میں لٹکا ہوا پایا۔ حکم ہوا۔ کہ اے حضرت سلیمان! یہ سب ہم نے ہی خریدی تھیں۔ یہ صرف بہانہ تھا۔ کہ خلقت خریدتی ہے۔ آپ اس کہنے سے پشیمان ہوئے اور توبہ کی +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! کہ انسان کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے۔ کہ میں کچھ کرتا ہوں۔ جو کچھ ظاہر و باطن میں حرکات و سکنات اس سے ظہور میں آتی ہیں۔ انہیں اللہ تعالے کی طرف سے سمجھنا چاہئے۔ کہ سب اسی کی مرضی سے ظہور میں آ رہی ہیں +

پھر فرمایا۔ اے درویش! امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی۔ کہ جو شخص آپ کے ہاں بطور مہمان وارد ہوتا۔ خود اس کے ہاتھ دھلاتے اور فرماتے۔ کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسرے پیغمبروں کی سنت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خود مہمانوں کے ہاتھ دھلایا کرتے۔ اور اپنے ہاتھ سے پانی پلایا کرتے۔ پس اے درویش! جہاں تک تجھ سے ہو سکے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اماموں کی پیروی کر۔ تاکہ تو ان سے شرمندہ نہ ہووے +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ امیر المومنین ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اصحاب کو بلایا۔ اور کھانے کے وقت خود کھڑے ہو کر لوٹا لیکر سب کے ہاتھ دھلائے +

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کئے۔ تو دولت خانے میں تشریف لے گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک +

فصل ششم

در ذکر تلاوت قرآن وغیرہ

شیخ برہان الدین ہانسویؒ۔ شیخ بدر الدین غزنویؒ اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! قرآن شریف کی تلاوت تمام عبادتوں سے افضل ہے اور دُنیا اور آخرت میں اس سے درجہ مِلتا ہے۔ پس چونکہ قرآن پڑھنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ اِس لئے آدمیوں کو چاہیئے۔ کہ ایسی نعمت سے غافل نہ ہوں۔ اور اپنے تئیں محروم نہ رکھیں ❊

پھر فرمایا۔ کہ قرآن شریف پڑھنے سے بہت سے فائدے ہیں۔ اول آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے یعنی دُکھتی نہیں۔ دوسرے ہر حرف کے بدلے ہزار سالہ عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکِھا جاتا ہے اور اسی قدر بدیاں اسکے نامۂ اعمال سے کاٹی جاتی ہیں ❊

پھر فرمایا۔ کہ جو شخص دوست سے کلام کرنا چاہے۔ وہ کلام اللہ میں مشغول ہو۔ پھر فرمایا۔ کہ نیک بخت بندہ وہ ہے جو دوست سے ہمکلام ہو۔ دوست سے ہمکلامی کی سعادت قرآن شریف کی تلاوت سے حاصل ہوتی ہے۔ ہر روز ستر مرتبہ میں ہر انسان کے دِل میں یہ ندا ہوتی ہے۔ کہ اگر تجھے ہماری آرزو ہے۔ تو سارے کام چھوڑ کر قرآن شریف کی تلاوت کر ❊

پھر فرمایا۔ کہ لوگوں کو اکثر کر کے حضور اور مشاہدہ کی نعمت تلاوت قرآنی کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ جو سر عالم میں ہے وہ قرآن شریف پڑھتے وقت انسان پر منکشف ہوتا ہے اور ہر حرف اور معانی میں جب غور کرتا ہے تو اُس پر قلم کا سر منکشف ہوتا ہے۔ اور اگر آیت مشاہدہ یا آیت رحمت پر پہنچتا ہے تو مشاہدہ کے دریا میں مستغرق ہوتا ہے۔ اور لاکھوں نعمتیں حاصل کرتا ہے اور جب عذاب کی آیت پر پہنچکر غور کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ کے ڈر سے اس طرح پگھلتا ہے۔ جیسے کٹھالی میں سونا ❊

پھر فرمایا۔ کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز قرآن شریف کی تلاوت کرتے وقت کسی وعید کی آیت پر پہونچتے۔ تو سینے پر ہاتھ مار کر بیہوش ہو جاتے۔ جب پھر ہوش میں آتے تو پھر قرآن پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔ اس طرح دن بھر میں تقریباً چھ ہزار مرتبہ بیہوش ہوتے۔ اور جب کسی آیت مشاہدہ پر پہنچتے تو مُسکرا کر اُٹھ بیٹھتے۔ اور عالم مشاہدہ میں متحیر ہو جاتے۔ اور ایک دن رات اسی عالم مشاہدہ میں اس طرح متحیر رہتے۔ کہ اپنے آپ کی مطلق خبر نہ ہوتی ❊

پھر فرمایا۔ کہ جب کلام مجید کا حافظ فوت ہو جاتا ہے۔ تو اُس کی جان نوری قندیل میں ڈال کر عرش کے پاس لیجاتے ہیں۔ اور ہر روز اس پر ہزار مرتبہ انوار تجلی کرتے ہیں ❊

پھر فرمایا۔ کہ قیامت کے دن کلام مجید کے حافظ کو فرمان ہوگا۔ کہ بہشت میں جاؤ۔ اور اس پر الگ تجلی ہوگی۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن بہشت میں تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ اجمعین اور تمام اولیا، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر ایک مرتبہ تجلی ہوگی۔ اور امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر الگ ایک مرتبہ تجلی ہوگی۔ اور یہ آپ کی فضیلت ہے *

پھر فرمایا۔ کہ قیامت کے دن جب عاشقوں کو مقام تجلے میں لایا جائیگا۔ تو حکم ہوگا۔ کہ آنکھیں کھولو۔ ہر ایک عاشق کو سامنے لاکر الگ الگ اُن پر تجلی ہوگی۔ اور سات سات ہزار سال تک بیہوش پڑے رہینگے۔ جب ہوش میں آئینگے۔ تو پھر ہل من مزید کی فریاد کرینگے۔ اس طرح سات ہزار مرتبہ تجلی ہوگی۔ پھر اپنے مقام میں واپس آئینگے۔ جب شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہٗ اِس بات پر پہنچے۔ تو نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ اور حالت بیہوشی میں یہ رُباعی زبان مبارک سے پڑھی۔ رُباعی

از مہر رُخ تو مبتلا مے باشم — اندر غمِ عشق در بلامے باشم
وازیادِ جمال تو چناں مدہوشم — کز خود خبرے نیست کجامے باشم

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں نے شیخ الاسلام اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی بغداد میں یہ حکایت سُنی۔ کہ میں اور شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ بخارا میں تھے۔ ایک مرتبہ سفر کے ارادے سے جو باہر نکلے تو اثنائے سفر میں ایک ایسے شہر میں گذر ہوا۔ جس میں تمام مسلمان آباد تھے۔ اور وہاں کے مرد عورت سے لیکر بچوں تک سب کے سب قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول پائے۔ جو تلاوت میں شام سے صبح کیا کرتے تھے۔ انہیں ہم نے کسی وقت قرآن شریف کی تلاوت سے غافل نہ پایا۔ اس شہر کے باہر ایک غار کے اندر ایک درویش دیکھا۔ جو شیخ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مُریدوں سے تھا اسے بھی اسی طرح تلاوت میں مشغول پایا۔ جب اس درویش سے مصافحہ کیا۔ تو اُس نے کہا بیٹھ جاؤ۔ جب ہم بیٹھ گئے تو آپ قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو گیا۔ جب وہ وعید کی آیت پر پہنچتا تو نعرہ مار کر بیہوش ہو جاتا۔ اور ماہی بے آب کی طرح تڑپتا۔ جب پھر اُٹھتا۔ تو اسی طرح پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتا۔ اور جب رحمت یا خوشخبری کی آیت پر پہنچتا۔ تو زار زار روتا اور کہتا۔ کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو نیک عمل کرتے ہیں۔ مجھے تو ذرہ بھر نیک عمل حاصل نہیں۔ کہ میں یہ سُنکر خوش ہوں۔ جب یہ کہتا۔ تو پھر روتا اور لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہتا۔ کہ اے عزیزو! اگر تمہیں معلوم ہوتا۔ کہ ہر آیت اور حرف میں کیا فرمان ہوا ہے تو تمہارا چمڑا ہیبت کے مارے اُکھڑ جاتا۔ اور یکبارگی گھل جاتا۔ اور خاکستر ہو جاتا *

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! کہ ایک مرتبہ کوئی واصل حافظ کلام اللہ فوت ہو گیا۔ تو اُسے خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا۔ کہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیسا سلوک کیا۔ فرمایا۔ وہی جو اپنے خاصوں سے کیا۔

پھر پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ کو قبر میں چھوڑ دیا گیا اوپر لیا گیا۔ فرمایا۔ کہ قالب کو بھی عرش کے نیچے لے گئے۔ اور قرآن شریف کے حافظوں کے پاس مقام دیا۔ اور وہیں رہتا ہوں ؛

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! سلطان معز الدین محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ کی کیا حالت ہے۔ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ پوچھا کس عمل کی خاطر۔ فرمایا۔ کہ ایک رات میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور پاس کے گھر سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں سن کر تخت سے نیچے اتر دو زانو بیٹھ ہمہ تن گوش ہو سننے لگا۔ جس کے سننے سے مجھے راحت حاصل ہوئی۔ اور رقت طاری ہوئی۔ جب میں دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ تو مجھے اس قرآن کے سننے کے عوض بخشدیا ؛

پھر فرمایا۔ کہ قرآن مجید پڑھتے وقت کئی آدمی بخشے جاتے ہیں۔ اول وہ شخص جس نے قرآن مجید پڑھنے والے کو قرآن مجید پڑھایا تھا۔ دوسرا پڑھنے والا۔ تیسرا پڑھوانے والا۔ چوتھے پاس پڑوس کے سننے والے۔ شیخ الاسلام نے مسکرا کر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ میں خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ چار اور درویش حاضر خدمت ہوئے۔ ان میں ایک درویش کا ارادہ یہ تھا۔ کہ خواجہ صاحب کو قتل کرے۔ خواجہ صاحب اسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ اے درویش! کیا درویش بھی درویشوں کے مارنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس نے آداب بجالا کر عرض کی۔ کہ نہیں میرا ارادہ تو نہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ جو تیری نیت ہے اسے بدل ڈال۔ جونہی خواجہ صاحب نے یہ فرمایا۔ اس درویش نے اٹھ کر سر قدموں پر رکھدیا۔ اور عرض کی بیشک میں نے آپ کی ہلاکت کا ارادہ کیا تھا لیکن آپ مرد خدا تھے معلوم کر گئے۔ اب میں توبہ کرتا ہوں ؛

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ انسان کو قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اس واسطے کہ عاشق و معشوق میں باہمی الفت گفتگو سے بڑھتی ہے۔ پس راہِ سلوک میں اس سے بڑھ کر اور کوئی بات نہیں۔ کیونکہ اہل سلوک کے قول کے مطابق اس مشاہدے کا سا اور کوئی مشاہدہ نہیں۔ کیا تجھے وہ حدیث معلوم ہے جبکہ دوست دوست سے گفتگو کرتا ہے۔ اے درویش! اللہ تعالےٰ کی باتیں بھی کلام اللہ ہے۔ پس جسے یہ ذوق معلوم ہو گیا۔ اگر وہ بعد ازاں کسی اور بات میں مشغول ہو تو وہ جھوٹا مدعی ہے۔ اور محبت میں صادق نہیں ؛

پھر فرمایا۔ کہ جب انسان قرآن شریف پڑھے تو اس کے معنوں وغیرہ کا خیال رکھے۔ اور اس وقت کسی مخلوق کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ پس جب اس طرح سے قرآن شریف پڑھا جائے۔ تو فرشتہ معہ ایک لاکھ حور کے آکر پڑھنے والے کے سامنے بیٹھ جاتا ہے۔ وہ فرشتہ حوروں کو اس طرح کرتا ہے کہ آنکھیں دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتیں۔ پھر وہ فرشتہ فرط محبت سے اپنا منہ پڑھنے والے کے منہ پر رکھتا ہے اور جب تک وہ شخص زندہ رہتا ہے وہ فرشتہ معہ حوروں کے اس کے ہمراہ رہتا ہے۔ اور

جب وہ مرجاتا ہے تو وہ فرشتہ معہ حوروں کے اُس کے ہمراہ بہشت میں جاتا ہے ❊

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ جب قرآن شریف پڑھنے میں مشغول ہوتے تو بید کے پتوں کی طرح کانپتے۔ اور جب کسی آیت کے شروع پر پہنچتے۔ تو منتظروں کی طرح اُٹھ کھڑے ہوتے اور پھر بیٹھتے۔ جب قرآن شریف پڑھتے تو سات رات دن تک مشغول رہتے ❊

پھر فرمایا۔ کہ جس طرح انسان تنہائی میں کلام اللہ کا ذوق حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن تنہائی میں اس پر تجلی ہوگی ❊

پھر فرمایا۔ کہ غزنی میں محمد مقری نام ایک درویش نہایت صالح اور صاحب نعمت مرد تھا۔ جسے ساتوں قراتیں یاد تھیں۔ اُس کی کرامت یہ تھی۔ کہ جو شخص ایک سورۃ اس سے پڑھ لیتا۔ اللہ تعالیٰ سارا قرآن شریف اسے نصیب کرتا۔ چنانچہ میں نے بھی ایک سورۃ اس سے پڑھی جس کی برکت سے سارا قرآن شریف حفظ ہوگیا۔ اس کا ایک بھائی دمشق میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ کوئی شخص دمشق سے بغداد آیا۔ تو اس نے اپنے بھائی کا حال پوچھا۔ اس نے کہا سلامت ہے۔ حالانکہ وہ وفات پاچکا تھا۔ اس آنے والے نے دمشق کے حالات بیان کرنے شروع کئے۔ کہ بارشیں بہت ہوئی ہیں جن سے کئی گھر برباد ہوگئے ہیں۔ ایک مرتبہ آگ بھی لگی جس سے اس قدر گھر برباد ہو گئے۔ جب اس نے یہ حکایت ختم کی تو خواجہ محمد مقری نے فرمایا۔ کہ شاید میرا بھائی زندہ نہیں رہا۔ اس نے کہا ہاں وہ اس سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا ❊

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! انسان کو حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوح پاک کی زیارت اور اماان دین میں سے کسی کی زیارت کے لئے قرآن مجید کی تلاوت اور سورت فاتحہ کے ختم میں مشغول ہونا چاہیئے۔ تاکہ کلام اللہ اور اُنکی رُوح کی برکت سے اُس کے دینی اور دُنیاوی کام بخوبی سرانجام ہوں اور اسے عزت اور مرتبہ حاصل ہو۔ اور جب قرب اور اسرار تجلے ہو جائے۔ پس اے درویش! جو شخص سورہ فاتحہ کو بیماری کی شفا یابی اور درد کے لئے اکتالیس مرتبہ معہ اعوذ اور تسمیہ اور رحیم کے میم کو الحمد کے لام سے ملاکر پڑھے فوراً صاحب درد کو شفا ہوگی۔ کیونکہ سورہ فاتحہ کا ختم ہی اس کا اکتالیس مرتبہ پڑھنا ہے۔ اے درویش! تجھے درست رہے۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ سورۂ فاتحہ تمام بیماریوں کی شفا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ سورہ بقر کا ختم جو ہر روز ایک بار پڑھنا ہے۔ جو شخص صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان تین روز تک سورہ بقر کسی نیت سے پڑھیگا۔ اللہ تعالے اُس کی نیت پوری کرے گا ❊

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ سے کچھ حاجت تھی۔ اس سورۃ کا پڑھنا اختیار کیا۔ ابھی ایک روز بھی نماز پورے طور پر پڑھنے نہ پائے تھے کہ حاجت پوری ہوگئی ❊

پھر فرمایا۔ کہ دینی اور دنیاوی فراخی کیلئے ہر روز دو مرتبہ سورہ آل عمران پڑھنی چاہیئے ❊

پھر فرمایا۔ کہ اے بدرالدین درویش! یہ جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں۔ سب تیری ترغیب کے لئے ہے۔ تاکہ تیرے حال کی کمابیت حائل ہو۔ جو ہم سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اس واسطے کہ پیر مرید کو سنوارنے والا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ جو شخص سورۃ النسا ہر روز سات مرتبہ پڑھے وہ دینی اور دُنیاوی عذابوں سے بے کھٹکے ہو جائیگا۔ جو شخص سُورہ مائدہ ہر روز سات مرتبہ پڑھے۔ اس شہر میں بارش کی کبھی قلّت نہ ہوگی۔ سُورہ انعام کا ختم ستر مرتبہ پڑھنا ہے یا ایک روایت کے مُطابق اکتالیس مرتبہ۔ پس جو شخص برائے حاجت کیلئے اس کا ختم کرے اس کی حاجت برآئیگی ۔

پھر فرمایا۔ کہ سورہ اعراف توبہ کے قبول ہونے کی خاطر اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ پہلے ستر مرتبہ استغفار پھر دو رکعت نماز۔ اس طرح کہ پہلی رکعت میں سُورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور قُل یا ایہا الکافرون سو مرتبہ اور دوسری رکعت میں فاتحہ ایک مرتبہ اور اخلاص سو مرتبہ پڑھے۔ اور قیدی کی رہائی کے لئے سورۂ انفال چار مرتبہ پڑھا کرے پس جو شخص ہر روز اس سُورۃ کو پڑھا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے دُنیا کی قید اور قیدخانے سے خلاصی عطا فرمائیگا۔ اور نیز آخرت میں بھی اسے محفُوظ رکھیگا ۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جہان میں عاقبت بخیر ہونے اور کاموں پر فتحمندی حاصل کرنے کے لئے سورہ توبہ چالیس مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ پس جو شخص پڑھیگا۔ وہ فتحمند ہوگا ۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! سورہ ہود کا ختم اس کا دس مرتبہ پڑھنا ہے۔ یہ ختم کافروں پر مظفر و منصور ہونے کے لئے پڑھا جاتا ہے ۔ سورہ ابراہیم دس مرتبہ بخشے جانے۔ عزیز ہونے۔ قرآن شریف پڑھنے اور حفظ کرنے کے واسطے پڑھی جاتی ہے جو پڑھیگا اللہ تعالےٰ اُسے حافظ قرآن بنائے گا ۔

پھر فرمایا۔ کہ رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۂ یوسف کو پڑھے اسے ضرور۔ بالضرور قرآن شریف حفظ ہو جائیگا ۔ دشمنانِ دین کے خوف و ڈر سے بے کھٹکے ہونے کے لئے سات مرتبہ سورہ رعد پڑھا کرے مرگی والے اور جنون والے کی صحت کے لئے ستر مرتبہ سُورہ حج پڑھ کر دم کرے تو فوراً صحتیاب ہوگا۔ جو شخص سورہ نحل ہر روز دس مرتبہ پڑھے جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگیگا پائیگا۔ سورۂ بنی اسرائیل کا ختم اس کا دس مرتبہ پڑھنا ہے۔ ہر ایک مہم کے لئے سورہ کہف ہر جمعہ کو چالیس مرتبہ پڑھنی چاہئے ۔ سورہ مریم ہر روز بلا ناغہ بیس مرتبہ فراخی نعمت اور فراخی کام کے لئے پڑھنی چاہیے سورہ طٰہٰ جمعرات کو تین مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہر جمعرات کو بغیر زبان اور تالو کے اس سورۃ کو پڑھتا ہے جو یہ سورت جمعرات کو پڑھے گویا وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہا ہے ۔

پھر فرمایا۔ کہ یہ دشمنوں کی مقہوری کے لئے سورہ انبیاء چھبتر مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ دین و دُنیا کی خلاصی کے لئے سورہ قد افلح المومنون سات مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ قسم قسم کی بلاؤں کے دفعیے کے لئے سُورہ نور سات مرتبہ پڑھنی چاہیئے ۔

پھر فرمایا۔ کہ سورہ فرقان کا ختم سات مرتبہ ہے اور سورہ والشمس کا پچھتّر مرتبہ۔ یہ دشمنانِ دین کے دفعیہ کے لئے پڑھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کرنے کے لئے سورہ قل کا ختم پڑھنا چاہیئے۔ اور سورہ قصص الانبیاء دس مرتبہ اگر پڑھی جائے تو اسقدر ثواب حاصل ہوتا ہے جتنا انبیاء کو ہوا۔ سورہ عنکبوت دس مرتبہ وسوسہ شیطانی کے دفعیے کے لئے پڑھنی چاہیئے۔ دفعہ دشمن کی نیت سے سورہ الروم اکیس مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ دینی اور دنیاوی سعادت حاصل کرنے کے لئے ستر مرتبہ سورہ لقمان پڑھنی چاہیئے۔ شہادت کا درجہ پانے کے لئے اکیس مرتبہ سورہ السجدہ پڑھنی چاہیئے۔ مہمات کے سرانجام ہونیکے لئے پچھتر مرتبہ سورہ الم نشرح پڑھنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اکتالیس مرتبہ سورۃ السبا پڑھنی چاہیئے۔ سورۂ فاطر السموات بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لئے اور بزرگوں کو اس کا ثواب پہنچانے کے لئے ستر مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ سورہ یٰس کا ختم ہر ایک مہم کے لئے کافی ہے اور بے کھٹکے ہونے کے لئے اکیس مرتبہ سورہ والصافات پڑھنی چاہیئے۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کاہلی کے دفعیے کے لئے جمعرات کو پانچ مرتبہ سورہ تنزیل الکتاب پڑھنی چاہیئے۔ طاعون کے دفعیے کے لئے دو مرتبہ سورۂ سجدہ پڑھنی چاہیئے۔ مصیبتوں کے دُور کرنے کے لئے اور سعادت حاصل کرنے کے لئے سات مرتبہ سورہ حٰم عسق پڑھنی چاہیئے۔ حفظ ایمان کے لئے اکیس مرتبہ سورہ زخرف پڑھنی چاہیئے۔ سعادت حاصل کرنے کے لئے پچھتر مرتبہ سورۃ دخان پڑھنی چاہیئے۔ اسرار الٰہی کے اظہار کے لئے سورہ محمدؐ اکتالیس مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ جب شیخ الاسلام اس مقام پر پہنچے۔ تو فرمایا۔ کہ اے درویش! جو عقلمند ہے وہ قرآن شریف کی تلاوت سے غافل نہیں ہے۔ اس واسطے کہ کوئی فرمان ایسا نہیں جس میں تجلّی کے اسرار و انوار نہ ہوں۔ پس اے درویش! جس چیز میں نعمت ظاہر ہوتی ہو۔ انسان کو کیوں اس سے اپنے تئیں محروم رکھنا چاہیئے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! باقی سورتوں کے ختموں کی نسبت انشاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی ذکر کیا جائیگا۔ جب یہ بات ختم کی۔ تو اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اور میں اور اَور لوگ واپس چلے آئے الحمد للہ علیٰ ذالک۔

فصلِ ہفتم

در ذکر فضیلت سورۂ اخلاص وغیرہ

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو سورہ اخلاص وغیرہ کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اس وقت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند۔ مولانا ناصح الدین۔ شیخ جمال الدین ہانسویؒ

شمس دبیر اور چند اور صوفی حاضر خدمت تھے۔ شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص قرآن مجید کے ختم کا ثواب حاصل کرنا چاہئے۔ اُسے چاہئے۔ کہ ہر رات پچیس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ اے درویش! سورۂ اخلاص میں اللہ تعالےٰ کی وحدانیت بیان ہوئی ہے۔ قل ہو اللہ احد اُس کی صفت ہے۔ پس جو شخص درستہ اعتقاد سے پڑھے۔ گویا اس نے اللہ تعالےٰ کی تمام صفات بیان کر دیں۔ اگرچہ وہ بے صفت ہے اور اس کی کوئی صفت نہیں ہو سکتی۔ پھر فرمایا۔ کہ ایک روز رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ یاروں کو فرمایا۔ کہ جب تک تم حسب ذیل پانچ کام رات کو نہ کر لو نہ سوؤ۔ اول جب تک قرآن شریف ختم نہ کرو۔ دوسرے غزا نہ کرو۔ تیسرے جب تک رسول علیہ السلام کو خوش نہ کرو۔ چوتھے جب تک حج نہ کرو۔ پانچویں جب تک اللہ تعالےٰ کو خوش نہ کرو۔ یار حیران رہ گئے کہ یہ پانچوں کام ایک رات میں کس طرح ہو سکتے ہیں۔ فرمایا۔ ہو سکتے ہیں۔ پس جو شخص رات کو قرآن شریف ختم نہ کر سکے۔ وہ پچیس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ تو گویا اس نے قرآن شریف ختم کیا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص رات غزا کرنا چاہے۔ تو دس مرتبہ کلمہ سبحان اللہ کہے اور جو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا چاہے وہ سو مرتبہ درود پڑھے۔ اور جو حج کرنا چاہے وہ سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ الحکیم الکریم پڑھے اور جو اللہ تعالےٰ کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بکثرت پڑھے۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک روز میں ایک بیمار کے پاس گیا۔ اور اُس پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کی۔ تو فوراً صحتیاب ہو گیا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں اور خواجہ قطب الدین بختیار مسافر تھے۔ اوپر کے ملک میں ہم دونو دریائے مونہ کے کنارے پہنچے۔ تو وہاں پر پار ہونے کے لئے کشتی موجود نہ تھی۔ اور وہ مقام نہایت خوفناک تھا۔ شیخ الاسلام نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ اے فرید! کہ اب تو آ گئے ہیں یہاں سے عبور کرنا چاہئے۔ میں نے عرض کی۔ زہے سعادت۔ لیکن دل میں خیال آیا۔ کہ بغیر کشتی پار کس طرح ہوں گے۔ ابھی میرے دل میں یہ خیال پورے طور پر گذرنے نہ پایا تھا کہ خواجہ قطب الدین راستہ میں کھڑے ہو گئے۔ اور پھر پار ہو گئے۔ پار پہنچ کر میں نے حال پوچھا۔ تو فرمایا کہ جب ہم دریا کے کنارے پہنچے تھے۔ تو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر پانی پر دم کی تھی۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے پانی پھٹ گیا۔ اور راستہ لگیا اور ہم پار ہو گئے۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۂ اخلاص کو قرآن شریف کا ثلث (تیسرا حصہ) فرمایا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ اس سورۃ کا ختم تین مرتبہ پڑھنا ہے۔ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد سورۂ اخلاص تو تین

مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے۔ کہ اگر قرآن شریف ختم کرتے وقت کہیں کمی رہ گئی ہو تو وہ پوری ہو جائے۔ پھر فرمایا۔ کہ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد چند آیتیں سورۂ بقر کی پڑھی جاتی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ سب سے اچھا آدمی کون ہے ؟ تو فرمایا۔ کہ "الحال المرتحل" حال اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو آیا ہو اور مرتحل اُسے جو منزل سے روانہ ہو۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جب قرآن شریف ختم کرتا ہے تو گویا منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اور جب ساتھ ہی چند آیتیں سورۂ بقر کی پڑھتا ہے۔ تو گویا پھر نئی منزل شروع کرتا ہے۔ پس سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو قرآن شریف ختم کرتے ہی پھر شروع کر دے۔ اسکے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے الحال المرتحل فرمایا ہے

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! میں نے ایک مرتبہ اپنے اُستاد مولانا بہاؤالدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سُنا تھا۔ کہ ایک دفعہ خواجہ تمیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو حبشیوں نے گرفتار کر لیا۔ جن کے سردار نے آپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ اس واسطے اس نے سات سال تک آپ کو قید میں رکھا۔ جس روز قتل کا وعدہ تھا۔ اس رات خواجہ صاحب نے اپنے پیر خواجہ ابو سعید ابوالخیر کو خواب میں دیکھا۔ جو فرماتے ہیں۔ کہ کل جب حبشیوں کے سردار کے پاس جاؤ گے۔ تو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس پر دم کرنا۔ خواجہ صاحب اس خواب کی ہیبت سے جاگ اُٹھے۔ جب سردار کے روبرو لائے گئے۔ تو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر سردار کی طرف پھونکی۔ سردار آپ کو دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا۔ کہ پہلے مجھے خلاصی عنایت فرما دیں۔ پھر میں آپ کو رہا کروں گا۔ وجہ پوچھی تو کہا کہ آپ کے دونوں پہلوؤں میں دو اژدہا کھڑے ہیں۔ جو مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے تیری جان بخشی کی۔ پھر خواجہ صاحب کو رہائی نصیب ہوئی۔ وہ دونوں اژدہا خواجہ صاحب کے پہلوؤں سے گم ہو گئے +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ شیخ جلال تبریزیؒ اور میں ایک ہی جگہ تھے۔ مولانا علاؤالدین صوفی پاس سے گذرے شیخ صاحب کی نظر آپ پر پڑی۔ تو بلایا اور اپنے کپڑے عنایت کر کے پانچ مرتبہ سُورہ اخلاص پڑھ کر دم کی۔ اللہ تعالیٰ نے جسکی برکت سے مولانا علاؤالدین کو بہت نعمت عطا فرمائی یہ سب کچھ شیخ جلال تبریزی رح کی برکت سے تھی +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش ایک روز خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ یوسف بن حجاج کے آدمیوں کے ہاتھ سے بھاگ نکلے۔ آپ آگے آگے تھے اور اُسکے آدمی تعاقب میں تھے۔ جب خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کی خانقاہ کے قریب پہونچے۔ تو پوچھا۔ کہ آپ کی کیا حالت ہے۔ فرمایا۔ یوسف بن حجاج کے آدمی میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اندر آجا۔ جونہی آپ اندر آگئے خواجہ صاحب یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ یوسف کے آدمیوں نے خواجہ حبیب سے پوچھا کہ حسن کہاں ہے۔ کہا یہ دیکھو۔ نماز

ادا کر رہا ہے۔ جب اندر گئے تو قدرت الٰہی سے خواجہ حسن کو نہ دیکھ سکے۔ پھر خواجہ حبیب کے پاس آئے۔ اور کہا۔ کہ برحق ہے کہ تم کو یوسف بن حجاج مار تا ہے۔ ایسے ہی جھوٹے بولا کرتے ہو۔ الغرض جب وہ چلے گئے۔ تو خواجہ حبیب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ اے خواجہ اگر میں سچ نہ کہتا۔ تو آپ گرفتار ہو جاتے۔ خواجہ حسن بصری ؒ نے کہا۔ کہ آپ تو مجھے گرفتار کرانے لگے تھے۔ آپ نے تو دکھا ہی دیا تھا۔ خواجہ حبیب نے فرمایا۔ اگر میں سچ نہ کہتا تو آپ بھی گرفتار ہوتے اور میں بھی۔ بعد ازاں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ نے پوچھا کہ جب میں اندر گیا تو کیا آپنے کچھ پڑھا تھا۔ فرمایا۔ ہاں اسی کی برکت سے تو اللہ تعالے نے تجھے امن و امان میں رکھا۔ پوچھا کیا پڑھا تھا۔ فرمایا دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر تیری طرف پھونکی تھی۔ وہی تیرے اور اُنکے مابین حجاب حائل ہو گئی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں خلوت میں یادِ الٰہی میں مشغول تھا جب میں سورہ اخلاص پر پہنچا۔ تو مجھ پر عالم تجلے سے اسرار اور انوار نازل ہوئے۔ چنانچہ اِن انوار سے عشق و محبت کے صحرا میں جا پڑا۔ جب وہاں سے نکلا تو اللہ تعالے کے عشق و محبت کے دریا میں غرق ہوا۔ اسی طرح سات دن رات یہی حالت رہی۔ پھر عالم صحو میں آیا۔

نیز اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ ایک روز امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ خیبر کی لڑائی میں عاجز رہ گئے۔ بہتیرا فتح کرنا چاہا۔ لیکن نہ کر سکے۔ آخر عاجز ہو کر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب لکھا۔ کہ شاید آپ سورۂ اخلاص کو بھول گئے ہیں۔ اس جواب کے پہونچتے آنجناب نے سورہ اخلاص پڑھنی شروع کی۔ ایک روز پڑھی۔ تو دوسرے روز ہی خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا۔ اور جڑ سے اکھاڑ کر چالیس قدم پر پھینکدیا۔ جب شیخ الاسلام یہ بات کر چکے تو نماز کی اذاں ہوئی۔ آپ اُٹھ کر اندر چلے گئے۔ اور میں اور اَور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

فصل ہشتم

سخن در ذکر خرقہ و فقر وغیرہ افتادہ بود

جب پا بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اصحاب صوفیہ بھی حاضر خدمت تھے۔ زبانِ مبارک سے فرمایا کہ گدڑی اور صوف انبیاء کا لباس ہے۔ پس اے درویش! یہ لباس اُس شخص کے لئے جائز ہے جس کا ظاہر و باطن بُری صفات سے خالی ہو۔ اس واسطے کہ صوفی وہ شخص ہے جس میں دُنیا ی یا بشری کسی قسم کی آلائش یا کدورت نہ ہو۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے۔ کہ گودڑی اور صوف کا پہننا انبیاء کی سُنت ہے جس وقت انبیاء یا اولیاء میں سے کسی کو کوئی ضرورت یا حاجت پیش

آتی۔ تو فوراً گودڑی کندھوں پر ڈال تصوف کو سامنے رکھ بارگاہِ الٰہی میں مناجات کرتے۔ اور گودڑی اور صوف کو شفیع بناتے۔ تو حق تعالےٰ فوراً اس مہم کو سرانجام کرتا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ اے درویش! یہ خوب منقول ہے کہ خرقہ پہننا انبیاء اور ان کے تابعین کی سنت ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ بغداد میں مسجد خیف کے اندر خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر صوفی جمع ہوئے۔ خرقے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ کہ اس کی اصل کہاں سے ہے۔ کس نے پہلے شروع کیا۔ سب سوچنے لگے۔ جب کوئی جواب نہ دے سکا۔ تو حضرت خواجہ عبداللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ بعض مشائخ کی روایت کے مطابق خرقہ ابتداءً ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ سے ہوئی۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! جس روز مہتر ابراہیم علیہ السلام کو ڈھینکلی میں رکھا گیا۔ تو مہتر جبرائیل علیہ السلام نے بہشتی خرقہ لاکر پہنایا۔ بعد ازاں وہی خرقہ علی الترتیب مہتر اسحاق۔ مہتر یعقوب اور مہتر یوسف علیہ السلام کو پہنایا گیا۔ لیکن بعض یوں روایت کرتے ہیں۔ کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو کنوئیں میں ڈالا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے تعویذ لاکر آپ کے گلے میں ڈالا۔ مگر محقق کہتے ہیں۔ کہ وہ خرقہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ یعنی جب آدم علیہ السلام دنیا میں آئے تو مہتر جبرائیل علیہ السلام نے خرقہ لیکر آپ کو پہنایا۔ پس یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ خرقہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ پس جو شخص بے خرقہ۔ بے مقراض۔ بے صحبت اور بے ارادت کسی کو مرید بناتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے نہ کہ مرید۔

پھر فرمایا۔ کہ جو خرقے اور مقراض کا منکر ہے وہ مشائخ طبقات کے نزدیک زندیق ہے نہ کہ صدیق۔ اے درویش! ہمارے خواجگان کے نزدیک خرقہ کی اصل اللہ تعالیٰ سے ہے اور وہ اس طرح کہ جب معراج کی رات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خرقہ عطا ہوا۔ تو ساتھ ہی فرمان ہوا۔ کہ اپنے اصحاب میں سے اس کو یہ خرقہ عطا کرنا اور خلیفہ بنانا جو اس سوال کا جواب یہ دے۔ وہ سوال مع جواب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا۔ آپ نے صحابہ کرام سے سوال کیا۔ لیکن تین تو جواب دے سکے۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب عرض کی۔ کہ اگر مجھے خرقہ عطا ہو۔ تو میں لوگوں کی عیب پوشی کرونگا۔ پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا۔ اور آپ سے پھر اس خرقے کا رواج ہوا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ بغداد میں بطور مسافر راہ رہتا تھا۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی مجلس میں حاضر تھا۔ اور دوسرے بزرگ مثلاً شیخ جلال الدین تبریزی۔ شیخ بہاؤالدین سہروردی شیخ اوحدالدین کرمانی اور شیخ برہان الدین سیوستانی رحمۃ اللہ علیہم حاضر خدمت تھے۔ خرقہ پہننے کے لیے

میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں شیخ بہاؤالدین کے فرزند نے آکر خرقہ کے لئے التماس کی۔ شیخ شہاب الدین صاحب نے فرمایا۔ کہ آج معاف رکھو۔ کل آنا۔ اور خرقہ آپ کو دیا جائیگا۔ الغرض اسی رات شیخصاحب نے خواب میں دیکھا۔ کہ دو آدمیوں کو فرشتے گلے میں آگ کی زنجیریں ڈالے اوپر کی طرف لیجا رہے ہیں۔ آپنے فرشتوں کا دامن پکڑکر پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ کہا یہ پیر ہے اور وہ مُرید۔ اس پیر نے اس مرید کو خرقہ دیا تھا۔ جس نے خرقے کا کوئی حق ادا نہیں کیا۔ بلکہ دُنیا کے اندر گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرتا تھا۔ اور بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں جایا کرتا تھا۔ ہمیں حکم ہوا ہے کہ اس تاریک ضمیر پیر اور اس گمراہ مرید کو آگ کی زنجیروں میں جکڑ اور دوزخ میں لے جاؤ۔ جونہی یہ خواب شیخصاحب کے فرزند نے دیکھا فوراً بیدار ہوئے اور شیخصاحب کے پاس آئے شیخصاحب نے مسکراکر فرمایا کہ خرقہ پوشوں کا حال دیکھ لیا ہے پس اے فرزند! خرقہ وہ شخص پہنتا ہے جو دونوں جہان سے قطع تعلق کرے اور اپنے پیروں اور مشائخ کے طریقہ پر کاربند ہو۔ تو ابھی ستر پردوں میں ہے۔ خرقہ پہننے کا وقت ابھی تیرے لئے نہیں آیا۔ واپس چلا جا۔ ورنہ تیری بھی وہی حالت ہوگی۔ جو خواب میں اس پیر اور مرید کی دیکھ چکا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! جب تک انسان اپنے تئیں دنیاوی غل اور غش اور آلائش سے صاف نہ کرے۔ اسے خرقہ نہیں پہننا چاہئے اور نہ ہی پیر کو چاہیے کہ بغیر صاف کئے اسے خرقہ دے۔ کیونکہ خرقہ انبیا اور اولیا کا لباس ہے۔ اس واسطے کہ جو شخص دنیاوی آلائشوں سے ملوث ہوگا۔ وہ خرقے کی حق ادائی نہیں کرسکیگا۔ اور جب حق ادائی نہ کرسکیگا تو ضروری ہے کہ گمراہی میں پڑے۔ پیر معہ مرید گمراہ ہوگا۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! خرقہ پہن لینا تو آسان اور سہل ہے۔ لیکن اسکی حق ادائی مشکل کام ہے اگر صرف خرقہ پہن لینے ہی سے لوگوں کو نجات حاصل ہوتی۔ تو سارے خرقہ پہن لیتے۔ لیکن ایسا پہنن کام کرنا پڑتا ہے۔ اگر تو خرقہ پہن کر متقدمین کی حق ادائی کریگا تو فبہا ورنہ گمراہی میں پڑیگا۔ جس سے پھر تو نکل ہی نہیں سکیگا۔

پھر فرمایا۔ کہ اگر دنیا میں تو نے خرقہ پوشوں کے سے اعمال کئے تو بہتر ورنہ یہی خرقہ قیامت کے دن مدعی بنکر پوچھیگا۔ کہ تو نے مجھے پہنا تو سہی۔ لیکن میری حق ادائی کیوں نہ کی۔ اس وقت فرشتوں کو حکم ہوگا۔ کہ تیرے گلے میں آگ کا خرقہ پہنائیں اور دوزخ میں لیجائیں۔

پھر فرمایا۔ کہ اگر تو خرقہ پہننا چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کی رضامندی کی خاطر پہن نہ کہ خلقت کو دکھانے کے لئے تاکہ وہ تیری عزت کریں۔ اگر تو ایسا کریگا۔ تو قیامت کے دن بے بس اور مجبور ہو جائیگا۔ اور گرفتار کیا جائے گا۔

پھر فرمایا۔ کہ اس راہ میں پیر میں ذاتی قوت ہونی چاہیے۔ تاکہ اگر کوئی مُرید ہونے کی خاطر خدمت ہو۔ تو نور معرفت سے اُس کے قلوب ثابتہ کو دیکھے۔ اور اسے دُنیاوی غل و غش سے صاف کرکے چند مدت اپنے پاس رکھ کر مجاہدہ کا حکم کرے۔ بعد ازاں جب اس میں حرص و ہوا کی کوئی آلائش یا کدورت باقی نہ رہجائے تو پھر اگر خرقہ دے تو جائز ہے۔ لیکن اگر پیر میں اس قسم کی قوت نہ ہو۔ اور کسی کو کلاہ اور خرقہ دیدے

تو خود بھی گمراہی میں پڑیگا۔ اور اسے بھی گمراہی میں ڈالیگا ﴿

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! خرقہ اور کلاہ اس کو دینا جائز ہے جس نے اپنے تئیں مجاہدے اور محبت اولیا میں پاک کر لیا ہو ﴿

پھر فرمایا۔ کہ جب میرے بھائی مولٰنا بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنا کام عشق اور محبت میں تکمیل کو پہنچا لیا۔ تو شیخ بہاؤالدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آئے۔ تین روز رہے۔ چوتھے روز آپ کو خرقہ عصا۔ نعلین اور مصلّا عنایت کر کے فرمایا۔ کہ جاؤ ملتان کی ولایت آپ کو دی۔ تمام حاضرین کو غیرت آئی اور کہنے لگے کہ ہندوستانی کو تین دن میں ولایت دیدی اور ہم اتنے سالوں سے بفائدہ خدمت کرتے رہے ہیں۔ جب یہ بات شیخ بہاؤالدین نور اللہ مرقدہٗ نے سنی۔ تو فرمایا۔ کہ درویش واقعی ایسے ہیں۔ لیکن بہاؤالدین پہلے اپنا کام کر کے آیا تھا اور خشک لکڑی لایا تھا۔ اسلئے جب وہ آیا تو دو تین روز ہی میں ایک ہی پھونک سے ان میں آگ لگ گئی۔ مگر تم جیسی لکڑیاں لائے تھے تمہارے لئے بہت عرصہ درکار ہے کہ پھونک اثر کر سکے ﴿

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! خرقہ وہ شخص پہنے جو آنکھ کو اندھی بنالے۔ تاکہ کسی مخلوق کا کوئی عیب نہ دیکھے بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے حوض شمسی پر مجمع میں شیخ شاہی موی تاب کو خرقہ دیا۔ اور فوراً شیخ محمود موزہ دوز کی طرف لکھا۔ کہ آج میں نے شاہی مومی تاب کو خرقہ دیا ہے۔ آیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ شیخ محمود موزہ دوز نے کہلا بھیجا۔ کہ جس کو آپ پسند کرتے ہیں اسے ہم بھی پسند کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ جسکو آپ خرقہ دیتے ہیں وہ ضرور خرقے کے لائق ہوگا ﴿

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں شام کے علاقے میں بطور مسافر وارد تھا۔ جب شہر شام میں پہنچا۔ تو وہاں ایک بزرگ کی کٹیا میں آکر اسے سلام کیا جو نہایت بزرگ اور از حد یاد الٰہی میں مشغول تھا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا کہ بیٹھ جا۔ اتنے میں اُسکے چند مرید خرقہ پوش آگئے۔ اور آداب بجا لاتے پھر ایک اور درویش آکر بیٹھ گیا۔ پھر اس بزرگ نے فرمایا۔ کہ میں اس بزرگ کو خرقہ دینا چاہتا ہوں۔ کیا تم راضی ہو۔ سب نے آداب بجا لا کر عرض کی۔ کہ جو آپ کے پسند ہے وہ ہمارے بھی پسند ہے پھر وہ درویش اپنے اپنے احوال کی نسبت گفتگو کرنے لگے اتنے میں اس درویش نے (جسے خرقہ عطاء ہونے والا تھا) بن پوچھے یاروں کے مخالف کچھ بات کی۔ آپ اٹھ کر نماز میں مشغول ہوئے۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا۔ کہ اس درویش کو واپس بھیجدو۔ کیونکہ یہ خرقے کے لائق نہیں۔ بلکہ یہ مخالف اور جھوٹا ہے۔ ایسے شخص کو خرقہ نہیں دینا چاہیئے ﴿

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ صرف خرقہ قابل اعتبار نہیں۔ اگر محض خرقہ ہی قابل اعتبار ہوتا۔ تو تمام جہان خرقہ پوش ہوتا۔ بلکہ خرقہ خرقہ پوش کی وجہ سے قابل اعتبار ہوتا ہے ﴿

پھر فرمایا۔ کہ معراج کی رات جب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خرقہ پہنا تو فرمان الٰہی ہوا۔ کہ اے محمدؐ! یہ نہ سمجھنا۔ کہ تجھے اس خرقہ کے سبب شرف حاصل ہے اور یہ کہ تیری عظمت و شرف کے لئے یہ خرقہ تجھے عطا ہوا ہے۔ بلکہ اس لئے دیا گیا ہے کہ خرقہ تیری وجہ سے معتبر ہو جائے پس اے درویش! جو شخص خرقہ پہنکر خرقے کا حق ادا نہ کرے۔ نہ وہ شخص قابل اعتبار رہے اور نہ وہ خرقہ +

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ اگر خرقے کا اختیار ہوتا۔ تو آگ اور لوہے کا بنایا جاتا۔ لیکن ہر روز ہمارے سر میں یہی ندا آتی ہے۔ کہ خرقے کا کوئی اعتبار نہیں۔ قیامت کے دن کئی ایسے خرقہ پوش بھی ہونگے جن کے گلے میں آگ کے خرقے پڑے ہونگے۔ اور جو شخص خرقے کا کام کرینگے انہیں بہشت میں بھیجا جائیگا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک روز خواجہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ کہ ایک قبا پوش آپ کی زیارت کو آیا۔ اور آداب بجا لا کر بیٹھ گیا۔ آپ بار بار دیکھتے اور مسکراتے۔ آخر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو بات خرقہ پوشوں میں ہونی چاہئے۔ وہ اس خرقہ پوش میں پاتا ہوں +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جس وقت خرقہ پوشوں کا گروہ عالم سماع میں خرقہ پھاڑتا ہے اور آشنائی کے سمندر میں شناوری کرتا ہے۔ تو دوست کے اشتیاق میں ایسا مستغرق ہوتا ہے۔ کہ عالم حیات کا ذرہ بھر اس میں نہیں رہتا۔ اور محبت کی کٹھالی میں اس طرح گلتا ہے کہ اس کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔ پس اس وقت رشک اور غیرت کے سبب خرقہ پوش یکتائی کے سبب اپنی دوتائی کو پھاڑتا ہے۔ خرقہ پوشوں کا یہ اثر ایک ایسی حالت ہے جو دوست کے عشق میں مستغرق ہوتے ہیں۔ ان میں اثر کرتی ہے اور ہوش سے بیہوش نہیں ہو جاتے۔ پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

خرقہ پوشان محبت را دوتائی چاک زد　　　تا من اندر کوئے وصلت لاف یکتائی زدم

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک درویش زمین پر پڑا کہہ رہا تھا۔ کہ درویشی اس بات کا نام ہے۔ کہ جو کچھ اسے دن کو ملے۔ رات کے لئے ایک پیسہ بھی نہ بچائے۔ اگر رات کو ملے۔ تو دن کے لئے کچھ نہ رکھے بلکہ سب راہ خدا میں صرف کرے۔ درویشی اس بات کا نام نہیں کہ لنگوٹا باندھے یا چمڑا پہنے۔ اور ایک لقمہ کی خاطر در بدر مارا پھرے۔ اور اپنے جیسوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا پھرے۔ بلکہ درویشی اس بات کا نام ہے کہ سر سجدے سے نہ اٹھایا جائے اور کپڑے نہایت عمدہ پہنے جائیں۔ اور جو کچھ ملے اس کا نہایت لذیذ کھانا پکا کر درویشوں کو کھلایا جائے اور بچا کر کچھ نہ رکھے۔ بلکہ جو کچھ ملے۔ سب راہ خدا میں صرف کرے۔ ایک مرتبہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ درویشی کیا ہے؟ فرمایا۔ کہ اٹھارہ ہزار عالم میں جو سونا چاندی ہے۔ اگر مجھے ملے تو سب راہ دوست میں صرف کر دے +

پھر فرمایا۔ کہ درویشی کے ستر ہزار مقام ہیں۔ جب تک درویش ان مقامات کو طے نہیں کرلیتا۔ اسے درویش نہیں کہا جاسکتا۔ اس واسطے کہ ان مقامات میں ستر ہزار عالم ہیں۔ جب تک درویش ان تمام عالم سے واقف نہیں ہوتا اور ان مقامات کو طے نہیں کرلیتا۔ اسے درویش نہیں کہہ سکتے بعض صرف شکم پرستی کے لئے درویشی کرتے ہیں ٭

پھر فرمایا۔ کہ درویشی کا ہر ایک مقام خوف اور امید سے خالی نہیں ہر ایک مقام پر جو مصیبت نازل ہوتی ہے۔ وہ اسکی آزمائش کے واسطے ہوتی ہے۔ اگر وہاں سے ذرہ بھر تجاوز کرجائے۔ تو پھر اسے مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن جو شخص مصیبتوں میں صابر اور خوش اور اٹھارہ ہزار عالم سے گذر جائے تو اس کا کام دو بالا ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو سلوک کے مذہب میں درویش کہتے ہیں ٭

پھر فرمایا۔ کہ ستر ہزار مقامات جو درویش کو طے کرنے پڑتے ہیں۔ ان میں سے پہلے ہی مقام پر یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ہر روز پانچوں وقت کی نماز عرش کے گرد کھڑا ہو کر ساکنان عرش کے ہمراہ ادا کرتا ہے۔ جب وہاں سے آتا ہے تو ہر وقت اپنے آپ کو خانہ کعبہ میں دیکھتا ہے اور جب وہاں سے آتا ہے تو تمام جہان کو اپنی دو انگلیوں کے مابین دیکھتا ہے پس اے درویش! یہ درویش کی ابتدائی حالت ہے۔ جب وہ ستر ہزار مقام طے کرلیتا ہے۔ تو پھر اسکی کیفیت عقل و فہم میں نہیں آسکتی۔ اس میں غیر کی گنجائش نہیں۔ اور یہ ایک بھید مولیٰ اور بندے کے درمیان ہے۔ جس کو کھولکر کوئی نہیں بیان کرسکتا۔ صرف اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے نعرہ مارکر یہ مثنوی زبان مبارک سے فرمائی۔ **مثنوی**

چو درویش را کار بالا کشید	بیک لحظہ سر در ثریا کشید
چناں غرق گردد بدریائے عشق	کہ یک دم سراز عشق بالا کشید

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی آنکھوں سے عالم شوق و اشتیاق میں خون جاری ہوا۔ جب اس حالت سے افاقہ ہوا۔ تو فرمایا۔ کہ میں پہلے ہی قدم میں عرش پر جا پہنچا۔ اور عرش کو للکارا۔ کہ الرحمن علی العرش استوےٰ، یعنی اے عرش کہتے ہیں کہ دوست تجھ پر رہتا ہے۔ عرش نے کہا۔ اے بایزید! اس بات کا کونسا مقصد ہے۔ مجھے بھی کہتے ہیں۔ کہ حقتعالیٰ تیرے دل میں رہتا ہے۔ اے بایزید! بہتیرے آسمان کے رہنے والے ایسے ہیں۔ جو اہل زمین سے حقتعالےٰ کا پتہ پوچھتے ہیں۔ اور بہت اہل زمین ایسے ہیں۔ جو اہل آسمان سے حقتعالےٰ کا پتہ پوچھتے ہیں ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس بات سے میرا مقصود یہ ہے۔ کہ تجھے درویشی کا مرتبہ معلوم ہو جائے۔ یعنی درویش مرد ایسے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ ایک ہی قدم میں عرش سے اوپر تک پہنچ جاتا ہے

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میرے بھائی شیخ جلال الدین تبریزی نجم الدین سنامی قاضی بداؤں کے گھر

کے پاس سے گذرے اور پوچھا کہ قاضی صاحب کیا کر رہے ہیں۔ نوکروں نے کہا کہ اس وقت نماز ادا کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ کیا قاضی صاحب کو نماز ادا کرنا آتی ہے۔ جب یہ بات قاضی صاحب نے سنی تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ یہ کیا بات آپ نے فرمائی۔ فرمایا۔ بیشک ٹھیک کہا۔ اس واسطے کہ علماء کی نماز اور ہے اور فقراء کی اور۔ قاضی صاحب نے پوچھا وہ کس طرح۔ فرمایا۔ علماء قبلہ کو دیکھتے ہیں یا اگر نہیں دیکھتے تو دلی اطمینان کر کے قبلہ کی رُخ نماز ادا کرتے ہیں۔ لیکن فقراء جب تک عرش کو نہیں دیکھتے اور وہاں نہیں پہنچ لیتے نماز ادا نہیں کرتے۔ الغرض قاضی گھر آیا۔ تو رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ واقعی شیخ جلال الدین عرش کے اوپر مصلےٰ بچھائے نماز میں مشغول ہیں۔ یہ دیکھ کر بیدار ہوا۔ اور شیخ صاحب کی خدمت میں آکر معافی مانگی شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ اے نجم الدین! یہ جو عرش پہ نماز ادا کرتے دیکھا ہے یہ درویشی کا ادنےٰ درجہ ہے اس سے بڑھ کر اور بھی مدارج ہیں۔ جو اگر دیکھ لے تو زندہ نہ رہے۔ اور نور کی زیادتی کے سبب تو ہلاک ہو جائے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں بغداد کی طرف بطور مسافر وارد ہوا۔ دریائے دجلہ کے کنارے پہونچکر ایک بزرگ کو دیکھا۔ کہ پانی پر مصلےٰ بچھائے نماز ادا کر رہا ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوا۔ تو سجدے میں سر رکھ کر جناب الٰہی میں عرض کی۔ کہ پروردگار! خضر علیہ السلام نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے اسے توبہ عنایت کر۔ اتنے میں خضر علیہ السلام بھی تشریف آور ہوئے۔ اور پوچھا۔ کہ میں کونسے کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہوں۔ تاکہ میں اس سے توبہ کروں۔ اس بزرگ نے کہا۔ کہ آپ نے جنگل میں ایک درخت لگایا ہے۔ جس کے سائے تلے آپ آرام کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ خدا کے لیے یہ کام کیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے توبہ کی۔ پھر اس بزرگ نے کہا۔ کہ ترک دنیا کے بارے میں اس طرح ہو جس طرح میں ہوں۔ پوچھا کس طرح۔ کہا اگر مجھے ساری دنیا بھی دیں اور کہیں کہ اس کا حساب تجھ سے نہیں لیا جائیگا اور نیز یہ کہ اگر تو نہ لیگا تو تجھے دوزخ میں بھیجا جائیگا۔ تو میں ہرگز قبول نہ کروں۔ بجائے دنیا کے دوزخ میں جانا قبول کر لوں۔ پوچھا کیوں؟ کہا اس واسطے کہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے جسے اللہ تعالیٰ دشمن جانتا ہے میں اس کی بجائے دوزخ قبول کرنے کو بہتر جانتا ہوں۔ پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ میں نے نزدیک ہو کر سلام کہا۔ سلام کا جواب دیکر فرمایا۔ کہ آجاؤ۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ پانی میں سے کس طرح گذروں۔ یہ خیال آتے ہی رستہ ہو گیا۔ اور میں اس بزرگوار کے پاس جا پہنچا۔ تھوڑی دیر بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے فرید! آج چالیس سال سے میں زمین پر پہلو کے بل نہیں لیٹا۔ اور جب تک کوئی مسافر نہیں آتا۔ میں اپنا کھانا نہیں کھاتا۔ اور جب تک اس میں سے کسی کو حصہ نہ دے لوں۔ مجھے چین نہیں پڑتا۔ اس واسطے کہ درویشی اس بات کا نام ہے۔ کہ اپنے حصے میں سے دوسروں کو بھی دے۔ اتنے میں دو پیالے آش اور چار چپاتیاں عالم غیب سے نمودار ہوئیں

ایک پیالہ میرے سامنے رکھا اور ایک اپنے۔ ہم دونوں نے کھانا کھایا۔ جب رات ہوئی۔ تو عشا کی نماز ادا کر کے نفلی نماز شروع کی۔ میں بھی ہمراہ کھڑا ہوا۔ دو رکعت میں چار مرتبہ قرآن شریف ختم کیا۔ سلام کے بعد سجدے میں سر رکھ کر زار زار رو کر جناب الٰہی میں عرض کی۔ کہ اے پروردگار! میں نے ایسی عبادت نہیں کی جو تیری درگاہ کے لائق ہو۔ تاکہ میں بھی جانوں۔ کہ میں نے کچھ کام کیا ہے۔ بعد ازاں جب صبح کی نماز ادا کی۔ تو مجھے رخصت کیا۔ میں نے اپنے تئیں دریا کے کنارے کھڑا پایا۔ اور وہ بزرگ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ مجھے معلوم نہ ہوا۔ کہ کہاں گیا +

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اے درویش! درویشی وہی تھی جو انہیں حاصل تھی۔ کہ دنیا سے سوائے ٹوٹے گھڑے کے اور کچھ ان کے پاس نہ تھا۔ جب رات ہوتی تو وہ پانی بھی گرا دیتے اور دن رات مجاہدے اور تجرید میں رہتے +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک درویش نہایت بزرگ اور ملک مال و الاعتقاد کہا کرتا تھا کہ اگر قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائیگا۔ کہ دنیا میں کیسے بسر کی۔ تو کہوں گا کہ تجرید سے +

پھر فرمایا۔ کہ پچھلے زمانے میں ایک بزرگ بیس سال عالم تحیر میں مشغول رہا۔ سال بھر کچھ نہ کھاتا، پینا۔ جب سال کے بعد ہوش میں آتا۔ تو جماعت خانے میں طاق۔ کے اندر ایک کھجور پڑی تھی۔ اسے اٹھا کر چوس لیتا۔ اور پھر اسے وہیں رکھ دیتا۔ اسی طرح پچاس سال اسی ایک کھجور پر گذارہ کیا۔ جو پوری ختم نہ ہوئی تھی۔ کہ اتنے میں اس بزرگ کا خاتمہ بالخیر ہو گیا +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کا دامن محلے میں سے گذرتے وقت کتے سے چھو گیا۔ خواجہ نے دامن لپیٹا۔ تو کتے نے زبان حال سے کہا۔ کہ اے خواجہ! مجھ سے دامن کیوں کھینچ لیا۔ میرے اور تیرے درمیان تین پانی سے صلح ہو سکتی ہے۔ اور مجھ میں ظاہری پلیدی ہے۔ اگر تیرا دامن مجھ سے چھو جائے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو سکتا ہے لیکن تیری پلیدی مجھ سے بھی بدتر ہے کیونکہ وہ باطن میں ہے۔ لازم ہے کہ تو اس بدظنی کو چھوڑے۔ اگر تو سات دریاؤں میں بھی اپنے تئیں دھوئے تو بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ اے خواجہ! دیکھو آپ اپنے تئیں سلطان العارفین کہلاتے ہو اور درویشی کا دعوے کرتے ہو۔ اور تس پر گیہوں کا مٹکا بطور ذخیرہ رکھا ہے۔ درویشی اس بات کا نام ہے جو مجھے حاصل ہے۔ کہ اگر مجھے ایک ہڈی مل جاتی ہے۔ تو میں اس پر گذارہ کر لیتا ہوں اور دوسرے کے لئے جمع نہیں کرتا۔ آپ اس قدر دعوے درویشی کرتے ہیں اور پھر کل کے واسطے گیہوں کا مٹکا رکھتے ہیں جب کتے نے یہ کہا۔ تو خواجہ صاحب نے نعرہ مار کر کہا۔ کہ دنیا میں میں کتے کی ہمراہی اور صحبت کے لائق نہیں۔ تو قیامت میں اہل سلوک کی ہمراہی اور بارگاہ الٰہی کے کب قابل نہ ہونگا۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو ظہر کی نماز کی اذان ہوئی۔ آپ اٹھ کر نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے

الحمد للہ علیٰ ذالک ✤

فصل نہم

سخن در ذکر گلیم و صوف وغیرہ افتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہُوا۔ تو اس وقت شیخ جمال الدین ہانسوی۔ شیخ برہان الدین اور مولانا یحییٰ غریب حاضر خدمت تھے۔ صوف اور گودڑی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ گودڑی اور صوف انبیاء اور اولیاء کا لباس ہے۔ پس یہ لباس اس شخص کیلئے جائز ہے جس کا ظاہر و باطن دنیاوی آلائشوں سے بالکل صاف ہو۔ کیونکہ صوفی وہ شخص ہے جس میں دُنیا وغیرہ کی کوئی آلودگی باقی نہ ہو ✤

پھر فرمایا۔ کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ گودڑی اور صوف پہننا انبیاء کا طریقہ ہے۔ جب کبھی اولیاء یا انبیاء کو کوئی ضرورت پیش آتی۔ اسی وقت گودڑی اور صوف کو سامنے رکھ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے اور اس گودڑی اور صوف کو شفیع بناتے۔ تو اللہ تعالےٰ اسی مہم کو سرانجام کر دیتا ✤

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آن پہنچا۔ تو امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جو حاضر خدمت تھے فرمایا۔ کہ میرے پاس مہتر ابراہیم علیہ السلام کی یادگار یہ گودڑی ہے۔ اور مجھے حکم ہوا ہے۔ کہ یہ علی ابن ابی طالب کو دینا۔ تاکہ وہ میری امتوں کو پہنچا دے ✤

بعد ازاں فرمایا۔ کہ گودڑی پہننے کی بُنیاد مہتر ابراہیم خلیل اللہ سے ہوئی۔ جس طرح خرقہ کی بُنیاد آپ سے ہوئی۔ اسی طرح گودڑی بھی آپ ہی سے شروع ہوئی۔ کہ ایک روز مہتر ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ کہ اہلِ صفہ کا سارا راستہ مجھ پر واضح ہو گیا۔ اب گودڑی کی کسر ہے۔ تو اسی وقت مہتر جبرائیل علیہ السلام نے سیاہ گودڑی لادی اور کہا۔ اے ابراہیم! فرمانِ الٰہی یوں ہے۔ کہ ہم نے یہ گودڑی خاص تیرے لئے بہشت میں بنائی۔ اسے پہن لو۔ اور اپنے فرزندوں میں اس کا رواج کرنا۔ اور آخر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ✤

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اس بات سے ہمیں معلوم ہوا۔ کہ اس گودڑی کی اصل بہشت سے ہے۔ جو ابراہیمؑ کو ملی۔ اور آپ سے ہم تک پہنچی۔ پس اہلِ صفہ درویش وہ ہے۔ کہ جب انبیاء اور اولیاء کا لباس پہنے تو اس کا حق بھی ادا کرے۔ تاکہ قیامت کے دن اسے شرمندہ نہ ہونا پڑے ✤

پھر فرمایا۔ کہ جب خواجہ بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ نے توبہ کی اور اپنے پیر سے گودڑی اور صوف حاصل کر کے پہنی۔ تو بعد ازاں چالیس سال تک بالکل مسکرائے تک نہیں۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا۔

کہ جس روز سے پیر نے مجھے گودڑی اور صوف عنایت فرمائی ہے ۔میں حیرت میں ہوں اور مجھے اپنے آپ کی بھی خبر نہیں ۔اس واسطے کہ پیر تے اپنا کام کیا ۔اب مجھے چاہئے ۔کہ میں اس گودڑی اور صوف کا حق ادا کروں ۔بزرگوں نے گودڑی اور صوف پہنکر جو کچھ کیا ہے ۔اگر میں نہ کروں گا تو قیامت کے دن بھی گودڑی اور صوف سیاہ سانپ بنکر میرے گلے لپیٹینگے ۔پس جو صوف اور گودڑی پہنے اسے ہنسی کیونکر سوجھے ؛

بعدازاں شیخ الاسلام نے زبانِ مبارک سے فرمایا ۔کہ جب درویش صوف پہن لے تو اُس پر واجب ہے کہ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کرے ۔ اور دولت مندوں سے ملنا جلنا چھوڑ دے تب وہ درحقیقت درویش ہوتا ہے ۔اور گودڑی اور صوف پہننا اس کا حق ہے ۔لیکن اگر صوف وغیرہ پہنکر امرا، بادشاہوں اور دولتمندوں کی صحبت میں آمد و رفت رکھے اور انبیاء اور اولیاء کے لباس کو گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرائے ۔ تو اس سے یہ جامہ واپس لیا جاتا ہے ۔اور اسے اجازت نہیں دی جاتی ۔کیونکہ وہ یہ لباس پہننے کے قابل ہی نہیں ؛

پھر فرمایا ۔کہ بعض اہل مشائخ مثلاً جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بے بسی کے وقت یا کسی ضرورت کے وقت گودڑی اور صوف کو بارگاہ الٰہی میں شفیع بناکر دعا کرتے ۔تو گودڑی اور صوف کی برکت سے وہ مشکل کام سرانجام ہو جاتا ؛

بعدازاں فرمایا ۔کہ جب مہتر موسیٰ علیہ السلام کو گودڑی پہننے کا شوق ہوا ۔تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی ۔حکم ہوا ۔کہ اے موسیٰ ! ہمارے عاشقوں کا لباس بغیر شکرانہ نہیں پہن سکیگا ۔پہلے شکرانہ لاؤ ۔بعد میں پہنو ۔ یہ فرمان سُنکر گھر آئے اور سارا مال و اسباب جو موجود تھا راہِ خدا میں صرف کر دیا ۔یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی فقیروں کو دیدئے ۔جب آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہ گیا ۔تو خالی ہاتھ دوست کی بارگاہ میں آکھڑے ہوئے ۔تب حکم ہوا ۔کہ اے موسیٰ ! چونکہ اب تجھ میں کوئی دنیاوی آلائش باقی نہیں ۔اس لئے گودڑی پہن لے ۔ اب گودڑی پہننا تیرا حق ہے الغرض جب آپ نے گودڑی پہنی تو دس سال تک گوشہ گیری اختیار کی ۔اور باہر نہ نکلے ۔صرف یادِ الٰہی میں مشغول رہے جب فرعون سرکش ہو گیا ۔شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے پڑھا ؎

شکرانہ دہند عاشقاں جان جہاں   یا صوف و گلیم عشق را خویش کشند

تو جب کبھی آپ اُسکے ہاتھ سے تنگ آتے تو صوف کو بارگاہ الٰہی میں شفیع بناتے ۔اسی وقت فرعون پر مصیبت نازل ہوتی ؛

بعدازاں فرمایا ۔کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سُنا ہے کہ قیامت کے دن جب گودڑی پوشوں کو میدانِ قیامت میں بلایا جائیگا ۔تو ہر ایک ستون کی طرح کندھے

ہر گوڈری ڈالے آئیگا - اور ہر گوڈڑی میں لاکھ دھاگے ہونگے - مُرید اور فرزند اگر ان دھاگوں میں لپٹ جائینگے - اللہ تعالےٰ اس وقت ان میں ایسی طاقت پیدا کریگا - کہ وہ سب کا بوجھ اُٹھائینگے - اور پُلصراط سے صحیح سلامت پار کر دینگے پھر آکر اپنے مقام میں کھڑے ہوجائینگے - اور کہینگے کہ وہ لوگ کہاں ہیں - جنھوں نے ہم سے روگردانی نہیں کی - بلکہ بڑی تعظیم و تکریم سے ہماری خدمت کی ہے - تو دوست اگر ان دھاگوں سے لپٹ جائینگے انہیں بھی پُلصراط سے پار کرینگے - اور پھر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بہشت میں جائینگے۔

پھر فرمایا - کہ کام انہیں لوگوں کو معلوم ہے - جو گوڈڑی اور صوف پہنکر اس کا حق ادا کرسکتے ہیں +

بعدازاں فرمایا - کہ صاحب تصوف کو دلی اصلاح اس وقت حاصل ہوتی ہے - جبکہ وہ اپنے باطن کو دنیاوی آلائشات سے بالکل صاف کرلیتا ہے - چنانچہ شیخ الاسلام شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں - کہ غل وغش - حسد و کینہ - حرص و ہوا - تکبر اور بغض اور غضب اور ریا کو چھوڑ دے یعنی جب تک صوفی کا دِل اِن سب سے پاک نہ ہوجائے اسے صوف اور گوڈڑی پہننا جائز نہیں - کیونکہ اہل تصوف کا مذہب بھی یہی ہے +

بعدازاں فرمایا - کہ سلوک میں مَیں نے لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ سُلطان ابراہیم خواص مذہب تصوف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس نے فقراء اور اہل تصوف میں مذہب میں حسد و کینے سے اس واسطے کام لیا کہ وہ متقدمین کی باتوں کی تحقیق کرے - تو سمجھو کہ اس نے ایسے درخت کا طواف کیا جس کا نہ کچھ اثر ہے اور نہ وہ اثر ڈال سکتا ہے - اور اُس پر فقر کا ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوگا - کیونکہ درصل فقیر وہی ہوتا ہے جس میں ان باتوں کا نام و نشان تک نہ پایا جائے - اے درویش! فقر اور تصوف میں مقامات تو بے شمار ہیں - لیکن ان مقامات کو غل وغش باطل کردیتے ہیں - اور غل وغش اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جبکہ صاحب تصوف کے دِل میں دنیاوی مرتبے اور مال و دولت کا خیال آئے +

پھر فرمایا - کہ جب صاحب تصوف گوڈری کو لوگوں کی مہربانی اور اپنے اقتدار کا وسیلہ بنائے - تو وہ مذہب تصوف میں جھوٹا اور کاذب مدعی ہے +

پھر فرمایا - کہ مَیں نے خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے عُمدہ میں لکھا دیکھا ہے کہ تمام مذاہب میں صاحب تصوف کے لئے اہل دُنیا سے ملنا اور بادشاہوں سے آمد و رفت رکھنا قطعی حرام ہے +

پھر زبان مبارک سے فرمایا - کہ خبر میں آیا ہے کہ اہل تصوف کے مذہب کے بموجب ضروری ہے کہ جب صبح ہو یا جب شام ہو - تو صوفی کے دِل میں غل وغش اور حسد و کینہ وغیرہ بالکل نہ ہو - اللہ تعالےٰ جلشانہٗ فرماتا ہے - " ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا " یعنی اہل تصوف و گلیم کو چاہئے - کہ تمام اہل دُنیا اور گناہوں سے کنارہ کشی کرے - اور یہ بات اہل دُنیا کی صحبت چھوڑے بغیر اور اہل تصوف کی

صحبت اختیار کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اہل کرامت کو اپنی قدر معلوم ہونی چاہیئے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اُس کی صفت قرآن مجید میں یُوں فرماتا ہے ۔ کہ " ولقد کرمنا بنی آدم " بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت اہل تصوف کے بارے میں ہے کیونکہ انہیں اور انسانوں پر شرف حاصل ہے اور اہلِ تصوف کو تمام مخلوقات پر شرف حاصل ہے ۔

پھر فرمایا۔ کہ آدم علیہ السلام کو جو ' صفی ' کہا جاتا ہے ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ نے عالم علوی میں مذہب تصوف قبول کیا ۔

پھر فرمایا۔ کہ جو شخص حرام اور مشتبہ لقمے سے پرہیز نہیں کرتا۔ اور بادشاہوں اور امراء کی صُحبت کو نہیں چھوڑتا اسے گودڑی اور صوف پہننے کی اجازت نہیں ۔ گودڑی اور صوف کی قدر سوائے موسیٰ کلیم اللہ ۔ ابراہیم خلیل اللہ آدم صفی اللہ ۔ مشائخ طبقات اور اہلِ علم کے سوا کسی کو معلوم نہیں ۔

بعد ازاں فرمایا ۔ کہ جو شخص گودڑی اور صوف پہنے اسے اہل تصوف کے مذہب کے بموجب چرب اور شیریں لقمہ کھانے کی اجازت نہیں اور نہ ہی ایسے بادشاہوں اور اہل دُنیا سے میل جول رکھنا چاہیئے ۔ اگر ایسا کریگا تو وہ لباس انبیاء میں اہلِ سلوک کے اندر خائن ہے ۔ اور اس کا حق ادا نہیں کرتا ۔

پھر فرمایا ۔ کہ گودڑی اور صوف کے رنگ میں بھی اختلاف ہے ۔ بعض مشائخ کی رائے ہے کہ سُرخ سبز نہ پہنے ۔ کیونکہ یہ شیطانی لباس ہے ۔

پھر فرمایا ۔ کہ خواجہ جنید رح کا طبقہ اور بعض اور مشائخ پاجامہ گودڑی کا اور پیراہن اور پگڑی عام کپڑے کی پہنتے ہیں لیکن پاجامے میں اختلاف ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی زیب تن فرمایا ہے ۔

بعد ازاں فرمایا ۔ کہ جو شخص اس لباس کی بے عزتی نہیں کرتا ۔ اور جب یہ لباس پہنتا ہے ۔ اور دُنیا میں مشروعہ آمدنی سے زیادہ کا لالچ نہیں کرتا اور حریصوں کی طرح لالچ نہیں کرتا ۔ تو وہ صابر اور متوکل ہے ۔

بعد ازاں فرمایا ۔ کہ ایک مرتبہ میں دمشق کی طرف بطور مسافر وارد تھا ۔ وہاں ایک بزرگ کو دیکھا جسے شیخ شہاب الدین زندویس کہتے تھے ۔ اور جو خواجہ حکیم ترمذی کے رشتہ داروں میں سے تھا ۔ جب میں نے اسکی خانقاہ میں جا کر سلام کیا ۔ تو سلام کے جواب کے بعد فرمایا ۔ کہ بیٹھ جا ۔ میں بیٹھ گیا ۔ اتنے میں چند صوفی آئے اور انہوں نے عرض کی ۔ کہ جناب کا فلاں مُرید اہل دُنیا سے زیادہ میل جول رکھتا ہے اس بزرگ نے جب یہ سُنا ۔ تو اس مُرید کو بلوایا ۔ اور اُس کی گودڑی اور صوف اتروا کر آگ میں پھنکوا دی اور نہایت غصے سے اسے فرمایا ۔ کہ اسے نکال دو ۔ کیونکہ ابھی یہ صوف کے لائق نہیں ہوا ۔

بعد ازاں فرمایا ۔ کہ یہ لباس انبیاء کا ہے ۔ جو اس لباس میں خیانت کریگا ۔ قیامت کے دن یہی

لباس اس کی گردن میں ڈال کر میدان قیامت میں پھرائینگے۔ اور کہینگے کہ یہ شخص صوف اور گودڑی پوشوں کے گروہ سے ہے جس نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ راہ طریقت اور مذہب تصوف کا اصول یہی ہے۔ کہ انسان ہر وقت خاموش اور عالم تحیر میں مستغرق رہے۔ پھر فرمایا۔ کہ نہ رسوم کسی کام کی ہیں نہ علوم بلکہ جو کچھ ہے اخلاق ہے۔ «تخلقوا باخلاق اللہ» یعنی رسوم و علوم سے نجات نہیں بلکہ اخلاق سے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اہل تصوف دُنیا و مافیہا کے دشمن اور مولیٰ کے دوست ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اہل تصوف ایسے قوی ہوتے ہیں۔ کہ حقتعالیٰ میں جب مستغرق ہوتے ہیں۔ تو انہیں کسی مخلوق کی خبر تک نہیں ہوتی۔ گفتگو کو درمیان سے نکال دیتے ہیں۔ اور حضور حق میں ایسے مشغول ہوتے ہیں۔ کہ جب تک زندہ ہیں حقتعالیٰ کی دوستی اُن کے دل میں رہتی ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ تصوف اس بات کا نام ہے کہ صوفی کے ملک میں کچھ نہ ہو اور نہ وہ کسی کا ملک ہو۔ جب ایسی حالت ہو تو پھر گودڑی اور صوف کے پہننے کی اجازت ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا۔ کہ محبت اور تصوف میں کمالیت کس بات کا نام ہے۔ فرمایا۔ یہ کہ پانچوں وقت کی نماز عرش پر ادا کرے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ تصوف مولیٰ کی صفا دوستی کا نام ہے۔ اہل تصوف کو دنیا اور آخرت میں محبت مولے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ صوفی وہ شخص ہے۔ کہ جب صفائی حاصل کرے تو کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہ رہے۔ پھر فرمایا۔ کہ اہل تصوف کے ستر مراتب ہیں۔ ان میں سے ایک مقام اس جہان کی تمام مرادوں سے نامراد ہوتا ہے۔

پھر عشق حقیقی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ لوگوں میں جو عشق کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے تو معشوق کے مشاہدے کے سبب ہوتی ہے۔ جب لوگ مجاہدہ میں مبالغہ کرتے ہیں تو مکاشفہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جب مکاشفہ مجاہدہ ہو جاتا ہے۔ تو عاشق معشوق کے حضور سے مشرف ہوتا ہے اور عشق بڑھ جاتا ہے۔ اور مرتبہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور حجاب درمیان سے اُٹھ جاتا ہے اور کسی خاص مقام پر پہنچکر عاشق کو قرار حاصل ہوتا ہے۔ پھر عالم تحیر میں پڑ جاتا ہے۔

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کئے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ یہ رُباعی میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی انار اللہ برہانہ کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ جو آپ نے ایک مرتبہ ہزار دفعہ سے زیادہ زبان مبارک سے فرمائی تھی۔ جوں جوں فرماتے تھے حیرت زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ رُباعی

اصل ہمہ عاشقی ز دیدار آید ‌ ‌ ‌ چوں دیدہ بدید آنکہ در کار آید

در دامِ بلا نہ مرغ بسیار آید　　　پروانہ بطمع نور در نار آید

پھر فرمایا۔ کہ اگر ہر روز ہر گھڑی عاشق پر انوار و اسرار تجلی ہزار مرتبہ بھی ہو۔ تو بھی وہ سیر نہیں ہوتا۔ بلکہ "ھل من مزید" ہی پکارتا ہے۔ یہ فرمایا اس وقت تک رہتی ہے جب کہ مشاہدہ کی تمام مرادیں سو نہیں مل رہتیں۔ پس اے درویش! کام وہی لوگ کرتے ہیں۔ جو ہر وقت مشاہدہ دوست میں ہیں۔ اور ان کا کوئی وقت مشاہدے سے خالی نہیں ÷

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ میں نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مثنوی سُنی۔ جس میں دن رات میں مستغرق رہتا تھا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

تا بجا کہ جمالِ دوست از دلبر ماست　　　ما در خور ادیم نہ او در خور ماست

پھر فرمایا۔ کہ جو معشوق کا عاشق ہے۔ جو اسکی نظر میں ہے وہ سب منظور ہے۔ عاشق ہے اور معشوق کی گلی۔ یہ بات عشق کی زیادتی کے سبب ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک روز مجنوں نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ جب ایک ہرن اس کے جال میں پھنسا تو اسکی بڑی تعظیم و تکریم کی اور چھوڑ دیا۔ اور کہا۔ کہ اسکی آنکھ لیلیٰ کی آنکھ کی سی ہے۔ میں اسے کس طرح تکلیف دے سکتا ہوں۔ جو میرے یار کے مشابہ ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالے کا کامل عاشق ہے۔ مشاہدہ کے شروع ہی میں بے خودی اس میں اثر کر جاتی ہے۔ اس واسطے کہ چونکہ وہ مستغرق ہے۔ اس لئے ضرور ہے مشاہدہ کے وقت بے ہوش ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ غلباتِ عشق کے بارے میں قاضی حمید الدین ناگوری رح نے لکھا۔ کہ مجنوں کے قبیلہ والوں نے لیلیٰ والوں سے کہا۔ کہ مجنوں عشق میں ہلاک ہوا جاتا ہے۔ اس میں کونسی ہرج کی بات ہے اگر اسے ایک مرتبہ لیلیٰ کے دیدار کی اجازت دی جائے۔ کہا۔ ہمارا تو اس میں ہرج نہیں۔ لیکن مجنوں اُس کے دیدار کی تاب نہیں لا سکیگا۔ جب مجبور کیا۔ تو مجنوں کو حرم گاہ لیلیٰ میں لے گئے۔ اور پردہ کر دیا۔ ابھی لیلیٰ کا سایہ بھی نہ آنے پایا تھا۔ کہ مجنوں بے ہوش ہو کر زمین پہ گر پڑا۔ اور تڑپنے لگا۔ انہوں نے کہا۔ کیا ہم نہیں کہتے تھے کہ وہ دیدار کی تاب نہیں لا سکیگا۔ پھر شیخ الاسلام نعرہ مار کر بیہوش گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو یہ شعر زبانِ مبارک سے فرمایا ؎

گر مے ندہد ہجرِ تو وصلتِ یارم　　　با خاک سر کوئے تو کارے دارم

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ میرے بھائی مولانا بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز عالم عشق و شوق میں مستغرق تھے۔ بار بار آپ کو عشق کے بارے میں حیرت اور حالت ہوتی۔ تو ہر بار آپ رو کر یہ دو شعر زبان مبارک سے فرماتے۔ اور بے ہوش ہو جاتے۔ چنانچہ سات رات دن انہیں دو شعروں میں ایسے مستغرق رہے۔ کہ دنیا و مافیہا کی خبر تک نہ تھی ؎

با درد بسازم چوں دوائے تو منم　　　در کس منگر چو آشنائے تو منم

گر بہ سرے کوئے عشق من کشتہ شوی   شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! کیا تجھے معلوم ہے کہ دِل پر کیا کیا انوار و اسرار نازل ہوتے ہیں۔ جن میں وہ مستغرق رہتا ہے اور اس شعر کو اپنا درد بنا تا ہے یا عاشق جانتا ہے یا معشوق کہ ان میں باہمی کیا معاملہ ہے ÷

بعد ازاں فرمایا کہ مَیں نے اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک بزرگ نے چالیس سال تک گوشہ تنہائی اختیار کیا۔ اور شاذو نادر ہی وہ خلقت کو دیکھتا۔ ایک روز لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ کا دیدار بہت کم ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا۔ کہ جب اہلِ تصوف خلقت میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو قربِ خالق سے دُور جا پڑتے ہیں۔ سو میں نے اسی وجہ سے چالیس سال سے گوشۂ تنہائی اختیار کر رکھا ہے اور ان چالیس سالوں میں جہانی مرادوں کا مزا نہیں چکھا۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو نماز کی اذان ہوئی۔ آپ اُٹھ کر اندر تشریف لیگئے۔ اور میں اور اَور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ÷

فصل دہم

سخن در ذکر محبت وغیرہ اُفتادہ بود

جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت شیخ برہان الدین۔ شیخ جمال الدین ہانسوی۔ شیخ بدرالدین غزنوی اور اور عزیز حاضرِ خدمت تھے۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! محبت کے سات سو مقام ہیں۔ پہلا مقام یہ ہے کہ جو بلا دوست کی طرف سے اُس پر نازل ہو اُس میں صبر کرے ÷

پھر فرمایا۔ کہ کتابِ محبت میں مَیں نے ابو ہریرہ رضؓ کی روایت سے لکھا دیکھا ہے۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ حقتعالیٰ کی محبت ایک بادشاہ کی طرح ہے جو ہر دل میں قرار نہیں پکڑتا۔ بلکہ صرف اِس دل میں جو اسکے شایاں ہو۔ وہ آسمانی قضا ہے جو درد بھرے دِل میں قرار پکڑتی ہے ÷

پھر فرمایا۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ محبت ایک بچھونے کی طرح ہے جس پر وہی شخص قدم رکھتا ہے جو اٹھارہ ہزار عالم کا خیال نہ کرے۔ اور کسی کو بیچ میں نہ دیکھے۔ مگر دوست کی محبت کو جس میں وہ یگانہ ہو رہے ÷

بعد ازاں فرمایا۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ عاشقوں کے تمام اعضا عشق سے بنائے گئے ہیں۔ وہ شخص جو سرشت سے لیکر اب تک "رب ارنی انظر الیک" کا دم مارتا ہے وہ ہر وقت جانتا ہے۔ کہ حق تعالےٰ کی محبت و عشق کیا چیز ہے۔ پس اے درویش! جس آنکھ میں عشق کا سُرمہ لگا ہُوا ہے۔ اس سے عرش سے لیکر تحت الثرےٰ تک کوئی چیز پوشیدہ نہیں ÷

بعد ازاں فرمایا۔ کہ حقتعالےٰ کی محبت ایسی ہونی چاہیئے جیسی حضرت ابراہیم خلیل اللہ میں تھی۔ کہ دونی

حق کی خاطر اپنے فرزند کو قربان کیا۔ جب دیکھا کہ وہ ہماری محبت میں ثابت قدم ہے تو حکم کیا کہ لڑکے کی قربانی نہ کرو۔ ہم اُسکے عوض بہشت سے قربانی بھیجتے ہیں +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جس روز مہتر ابراہیم خلیل اللہ نے حق تعالیٰ کی دوستی کا دم مارا۔ تو مہتر جبرائیلؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ کہ مجھے اجازت ہو۔ تو اسے آزمالوں۔ حکم ہوا بہتر۔ جاؤ آزماؤ۔ مہتر جبرائیل علیہ السلام نیچے اتر پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے "یا اللہ" کہا۔ اس وقت مہتر ابراہیم خلیل اللہ کعبے کی عمارت میں مشغول تھے باہر آکر کہا۔ کہ صاحب ایک مرتبہ اور اللہ کا نام لینا۔ جبرائیلؑ نے کہا۔ کہ پہلے شکرانہ لاؤ۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر یہ مثنوی زبان مبارک سے فرمائی۔ مثنوی

شکرانہ دہم آنچہ در ملکِ من است — از بہرِ خدا بگوے اللہ تو باز

جاں نیز دہم و آنچہ در قلب است — یک بار اگر بگوئی اللہ تو باز

الغرض مہتر ابراہیمؑ نے فرمایا۔ کہ میرے پاس کئی ہزار اونٹ ہیں۔ وہ سب میں نے اللہ تعالے کی دوستی کے صدقے کئے۔ تو پھر ایک مرتبہ یا اللہ کہہ۔ جبرائیلؑ نے "یا اللہ" کہا۔ تو جو کچھ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس بخالسب کچھ دیدیا۔ پھر فرمایا۔ کہ اب پھر کہہ۔ جبرائیلؑ نے پوچھا۔ کہ اب کیا دو گے۔ فرمایا بدن میں جان باقی ہے۔ سو وہ بھی دیدونگا۔ چنانچہ مہتر جبرائیل علیہ السلام نے پھر "یا اللہ" کہا۔ تو آپ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو جبرائیلؑ نے کہا۔ کہ واقعی مہتر ابراہیم خلیل اللہ دوستی حق میں صادق ہے۔ جب واپس بارگاہِ الٰہی میں گیا۔ تو سر سجدے میں رکھ کر عرض کی۔ کہ واقعی جیسا سُنا تھا۔ ویسا ہی محبت میں صادق پایا +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! محبت حق میں صادق وہ شخص ہے جو ہر وقت اسکی یاد میں رہے۔ اور لحظہ بھر بھی اسکی یاد سے غافل نہ ہو۔ اہل سلوک کہتے ہیں۔ کہ لوگ اکثر اسی چیز کا زیادہ ذکر کرتے ہیں۔ جس سے اُنکی محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ یادِ خدا سے ایک دم بھی غافل نہیں ہوتا۔ میں نے حجۃ العارفین میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ "من احب شیئاً اکثر ذکرہ" جو شخص جس چیز سے محبت رکھتا ہے۔ اکثر اُسی کا ذکر کرتا ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری رح رابعہ بصری رح کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور محبت حق کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ خواجہ حسن فرماتے ہیں۔ کہ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ میں مرد ہوں اور وہ عورت۔ آپ قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ کہ جب میں وہاں سے اٹھا تو اپنے تئیں مفلس اور اسے مخلص پایا +

پھر فرمایا۔ اگر حلال اور بے حساب ساری دُنیا حق تعالے کے دوستوں کو دی جائے۔ تو بھی انہیں اس کے لینے سے شرم آتی ہے۔ جیسا کہ مرد کو مُردار سے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں نے بغداد میں ایک بزرگ کو دیکھا۔ جو بار بار سجدے میں سر رکھکر بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کرتا۔ کہ اے خداوند! اگر تو قیامت کے دن مجھے دوزخ میں بھیجیگا۔ تو میں محبت کا ایک بھید ظاہر کرونگا۔ جس کی وجہ سے دوزخ ہزار سالہ راہ کے برابر مجھ سے دور بھاگ جائیگا۔ اسواسطے کہ محبت کی آگ کا مقابلہ کوئی آگ نہیں کر سکتی۔ اگر مقابلہ کرے تو نابود ہو جاتی ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک دفعہ رابعہ بصریؒ عالم شوق اور اشتیاق میں بار بار سجدے میں سر رکھتی اور پھر اٹھ کھڑی ہوتیں۔ آخر یہ کہا۔ کہ اے پروردگار! اگر میں دوزخ کے ڈر کے سبب تیری پرستش کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں ڈالنا۔ اور اگر بہشت کی امید پر تیری عبادت کرتی ہوں۔ تو بھی دوزخ میں جلانا۔ اور اگر میں تیری خاطر تیری عبادت کرتی ہوں۔ تو اپنے جمال سے دریغ نہ کرنا +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! اگر اہل محبت کو تمام چیزیں آراستہ کر کے دی جائیں۔ تو وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ وہ صرف جمال حق کے متلاشی ہوتے ہیں +

پھر فرمایا۔ کہ جب خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ عالم شوق میں مشغول ہوتے ہیں۔ تین دن رات یا چار دن رات کھڑے ہوئے بلند آواز سے یہی کہتے جاتے۔ کہ "یوم تبدل الارض" ایسا دن آئے کہ اس زمین کو لپیٹ لیں اور دوسری زمین پیدا کریں +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نے ملک و تخت کیوں چھوڑ دیا۔ فرمایا۔ ایک روز میں بیٹھا تھا۔ کہ محبت کا آئینہ مجھے دکھلایا گیا۔ جب میں نے اس میں نگاہ کی۔ تو اپنی منزل گور میں دیکھی۔ جس میں نہ کوئی میرا ہمراہی ہے اور نہ میرے پاس سامان سفر۔ قاضی عادل ہے اور میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اسی وقت میرے دل سے ملک کی محبت جاتی رہی۔ اور سلطنت چھوڑ دوسرے ملک میں چلا گیا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ حقتعالےٰ کی محبت ایسا بادشاہ ہے۔ کہ جب کسی دل میں مقام کرتا ہے تو اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ اسکے سوائے اور بھی کوئی اس دل میں رہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں غزنی میں ایک درویش سے ملا جو اہل محبت سے تھا۔ اس سے میں نے پوچھا۔ کہ اے درویش! محبت کا انجام بھی ہے یا نہیں۔ یہ سوال سنتے ہی مجھے ڈانٹا۔ کہ او جھوٹے! محبت حق کی کوئی انتہا نہیں +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! محبت آگ الٰہی کی تلوار ہے۔ جو جس پر گذرتی ہے۔ اس کے ٹکڑے کر دیتی ہے +

بعد ازاں فرمایا کہ محبوں کو جب علیین میں چھوڑتے ہیں۔ تو گویا انہیں دوزخ میں ڈالتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی زبانی سنا۔ کہ حقتعالیٰ کی محبت

انسان کے تمام اعضا میں ہے۔ انسان کی سرشت اپنی محبت سے کی۔ اگر آنکھ ہے۔ تو دوست کی محبت میں مستغرق اور پُر ہے۔ اور کان ہیں تو دوست کا ذکر سننے میں مستغرق ہیں۔ اگر ہاتھ اور پاؤں ہیں تو وہ بھی محبت حق میں غرق ہیں۔ پس اے درویش! آدم زاد کے اعضاء کا کوئی ذرہ محبت حق سے خالی نہیں۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے زبان مُبارک سے فرمایا۔ کہ محبان حق کا دل ایسے چراغ کی طرح ہے۔ جو انوار کی قندیل میں رکھا ہے۔ اور جس کی روشنی سے سارا جہان منور ہے۔ پس ایسے شخص کو تاریکی کا کیا ڈر؟

پھر فرمایا۔ کہ نفس کی فراموشی یادِ حق ہے۔ جو یادِ حق میں ہے اس کا دل نہیں مرتا۔ اور جو یادِ حق سے خالی ہے۔ اس میں کوئی نعمت اثر نہیں کرتی۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ میں نے کتابِ محبت میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ بھوک ایک بادل ہے جس سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا۔ کہ محبت حق کیا چیز ہے؟ فرمایا محبت اِس بات کا نام ہے کہ دُنیا وما فیہا سے دِل نہ لگایا جائے۔

پھر فرمایا۔ کہ محبت حق ملک عشق کا بادشاہ ہے جو تخت پر بیٹھا ہے اور ہاتھ میں فراق اور ہجر کی تلوار لئے ہوئے ہے۔ اور وصال کی نرگس اُس نے قضا ر کے ہاتھ دے رکھی ہے۔ اور ہر دم ہزار ہا سر تلوار سے اُڑاتا ہے۔ پس جو عاشق حق ہے۔ اگر ہر لحظہ اس کا سر ہزار مرتبہ اُڑایا جائے۔ تو پھر اور سر پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر ہزار مرتبہ اس کا سر کاٹا جائے۔ تو بھی پاؤں پیچھے نہ ہٹائے پھر شیخ الاسلام نے یہ رُباعی زبان مُبارک سے فرمائی۔ رُباعی

در یادِ تو ہر روز چُناں مدہوشم ... صد بار اگر تیغ زنند زاں نخروشم

آہے کہ زیادِ تو زنم وقت سحر ... گر ہر دو جہاں دہند آں نفروشم

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ کوئی محب جان کنی کے وقت آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا۔ دوستوں نے پاس ہو کر سُنا۔ تو یہ الفاظ تھے۔ کہ جب تک میں زندہ رہا۔ تیرے نام سے زندہ رہا۔ اب اگر میں جاتا ہوں۔ تو تیرے نام کی یاد میں جاتا ہوں۔ اور جب میرا حشر ہوگا۔ تو بھی تیرے نام کی یاد میں ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ کسی نے بلند آواز سے "اللہ" کہا اور جان دیدی۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ عاشق اسی طرح جان دیتے ہیں۔ اس وقت یہ دو شعر زبان مبارک سے فرمائے ؎

آیم بسر کوئے تو پویاں پویاں ... تا جاں بدہم نام تو گویاں گویاں

رخسارہ ز آب دیدہ شویاں شویاں ... نظارہ وصال یار جویاں جویاں

بعدازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! دہلی میں حوض شمس کے کنارے ایک درویش صاحب نعمت و عشق سے سماع کے وقت یہ دو شعر میں۔نے سُنے جن سے اس روز سماع میں جو حالت طاری ہوئی۔ ویسی کبھی نہ ہوئی وہ دو شعر یہ ہیں ؎

عشق بہم جان مرا سوا کرد   واناز طلب جمال تو شیدا کرد
در سینہ کہ زعشقِ تو بدل نہاں بود   ازاں جملہ زشوقِ تو زخم پیدا کرد

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! میں نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سُنا ہے۔ کہ ایک دفعہ میں بغداد سے بخارا آیا۔ تو وہاں پر ایک بزرگ کو دیکھا۔ جو از حد صاحب نعمت اور دوست کی محبت میں غرق تھا۔ جب میں نے اسے سلام کیا۔ تو ایسی حالت میں دیکھا۔ کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اس طرح یادِ حق میں مستغرق تھا۔ کہ اسے اپنے آپ کی سُدھ بدھ نہ تھی۔ الغرض میں چند روز اُنکی خدمت میں رہا۔ جب وہ سجدہ کرتا۔ تو رو کر بڑی عاجزی سے یہ رباعی پڑھتا۔ اور بے ہوش ہو جاتا اور زبانِ مبارک سے یہ کہا۔ کہ اے خداوند! میں نے ایک سجدہ بھی ایسا نہیں کیا۔ جو تیری بارگاہ کے لائق ہو۔ رُباعی

در خود نعمتِ تو ندانم سود   یک سجدہ چناں نشد کہ فرمانم بود
ہم بندہ ہم باشی وہم خواہی بود   نے بُودم ونے باشم ونے خواہم بود

پھر فرمایا۔ کہ اگر زندگی ہے تو علم میں ہے۔ اگر راحت ہے تو معرفت میں ہے۔ اگر شوق ہے۔ تو محبت میں ہے۔ اور اگر ذوق ہے۔ تو ذکر میں ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز اور شیخ اوحد کرمانیؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ شیخ شہاب الدینؒ نے فرمایا۔ کہ علم خدا ہے۔ معرفت مکر ہے۔ محبت مشاہدہ ہے۔ اور مشاہدہ مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ جو شخص اپنے دِل کو لذت اور شہوت سے مار ڈالتا ہے۔ اسے لعنت کے کفن میں لپیٹ کر ندامت کی زمین میں دفن کرتے ہیں۔

پھر فرمایا۔ کہ حقتعالےٰ کی محبت والے وصالِ دوست کے سوا کسی بات پر راضی نہیں ہوتے۔

پھر فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی محبت والوں کو حضور حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ خلقت سے تنہائی اختیار نہ کریں۔ اور خلوت میں اپنا مقام نہ بنائیں۔ دوستوں کو دشمن اور زن و فرزندوں کو یتیم اور اسیر نہ خیال کریں۔ جب ایسا کرینگے۔ تو وہ کسی مقام پر پہونچ سکینگے۔ بعدازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ رُباعی پڑھنی شروع کی۔ رُباعی

عاشقِ دوستی نہ تنہا شش طلب   در خلوت عشق آے و میدانش طلب
گر میخواہی حضور نعمت ہر روزہ   آنجا کہ کسے نباشد آنجا تش طلب

بعدازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رستے میں مجھے ایک بزرگ جو اپنے زمانہ میں یکتا تھے ملا۔ ہم دونوں اکٹھے سفر کرنے لگے۔ جب بیابان میں پہنچے تو مجھے پیاس کا غلبہ ہوا۔ پانی کا وہاں نشان تک نہ تھا۔ میں اپنی پیاس کو اس بزرگ کے سبب ظاہر نہیں کرسکتا تھا۔ الغرض اس بزرگ نے اپنی روشن ضمیری سے معلوم کرلیا۔ کہ میں پیاسا ہوں۔ مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں پیاس لگی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ فوراً پائے مبارک زمین پر مارا۔ تو پانی کا چشمہ بہ نکلا۔ مجھے کہا۔ کہ پیٹ بھر کر پانی پی لے۔ جب پانی پیا۔ تو وہ لذت حاصل ہوئی۔ جو عمر بھر کسی پانی سے نہ ہوئی تھی۔ جب اس مقام سے گذر کر منزل پر پہنچے۔ شام کی نماز ادا کرکے وہ بزرگ علم میں مشغول ہوا۔ تھوڑی دیر بعد میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ اے بیٹا! قیامت کے دن جب اہل محبت قبروں سے اُٹھینگے تو سب دوزخ کے دروازے پر خیمے لگائینگے۔ جونہی ان کی نظر دوزخ پر پڑے گی دوزخ کی آگ دھیمی پڑجائیگی اور سر نہ اُٹھائیگی۔ تب لوگوں کو راحت کی اُمید ہوگی۔ اور دوزخ کی آگ سے انہیں خلاصی نصیب ہوگی۔ اسی وجہ سے وہ دوزخ کے دروازے پر خیمے لگائینگے۔

بعدازاں فرمایا کہ ایکمرتبہ میں قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی مقام پر تھے۔ ایک مرد نے آکر پوچھا۔ کہ فرض کیا ہے اور سنت کیا؟ قاضی صاحب نے فرمایا۔ کہ پیر کی صحبت فرض ہے اور دُنیا وغیرہ کا چھوڑنا سُنت ہے۔

بعدازاں فرمایا۔ کہ میں نے ایک بزرگ کی زبانی سُنا ہے کہ درویش وہ ہے جو اپنے دل کے خزانے کی تلاش کرے جسے آخرت کی رسوائی کہتے ہیں۔ پس اگر اسے وہ حقیقی خواستے پہنچتے ہیں تو وہ شخص درویش صفت ہوجاتا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ محبت بدرجہ کمال اس وقت پہنچتی ہے۔ جبکہ عشق میں اپنی عیب شناسی نہ کرسکے اور خلقت کے ساتھ محبت نہ کرے۔

پھر فرمایا۔ کہ جب ایسی حالت ہوجائے۔ تو اللہ تعالےٰ اسکو اپنے نزدیک کرلیتا ہے۔

بعدازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ اندھے پن۔ گونگے پن۔ بہرے پن سے۔ جب یہ تمام حسیں جاتی رہتی ہیں۔ تو سمجھ لو۔ کہ وہ خدارسیدہ ہوگیا۔ لیکن جب تک یہ دشمن ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا اہل محبت کو چار مقام کے سوا اور کہیں قرار حاصل نہیں ہوسکتا۔ اول گھر کے کونے میں جہاں کوئی شخص مزاحم نہ ہو۔ دوسرے مسجد میں جو دوستوں کا مقام ہے۔ تیسرے قبرستان میں جو گناہ سے عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے۔ چوتھے ایسی جگہ جہاں کسی کا گذر نہ ہو۔ یا وہ ہو یا ذاتِ حق۔

بعدازاں شیخ الاسلام زار زار روئے اور یہ رُباعی زبانِ مُبارک سے فرمائی۔ رُباعی

گر عاشقِ دوستی تنہاش طلب — در خلوت عشق آے وبیداش طلب

گر مے خواہی حضور نعمت ہرروز — آنجاکہ کسے نباشد آنجاشش طلب

پھر فرمایا۔ کہ میرے نزدیک کالے دانے کے برابر دوستی حق بغیر دوستی کے ستر ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے +

پھر فرمایا۔ کہ عورتوں کا کام ہم مردوں سے اچھا ہے۔ کہ وہ ہر مہینے غسل کر کے پاک ہو جاتی ہیں۔ لیکن ہم عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی غسل نہیں کرتے کہ پاک ہو جائیں +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں عالم شوق اور اشتیاق میں اکیلا دوست کی بارگاہ میں گیا۔ اور ملکوت کے اردگرد پھر رہا تھا۔ کہ فرمان ہوا۔ کہ اے بایزید! ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو۔ میں نے عرض کی۔ کہ محبت اور رضا جن دونوں کے بادشاہ آپ ہی ہیں پھر آواز آئی۔ کہ اے بایزید! بڑی اچھی چیز لائے ہو۔ ہماری بارگاہ کے لائق یہی چیزیں ہیں +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں نے لاہور میں ایک ذاکر درویش کو دیکھا۔ جو ازحد بزرگ اور ذاکر تھا۔ الغرض جب پابوسی حاصل ہوئی۔ تو چند روز میں اُس کی صحبت میں رہا۔ جب وہ فریضہ نماز ادا کرتا تو اسقدر ذکر کرتا۔ کہ مساموں سے پسینہ نکلتا۔ اور سو سے بھی زیادہ مرتبہ زمین پر گرتا اور پھر اُٹھتا جب ذکر سے فارغ ہوتا۔ تو یہ کہتا کہ کتاب محبت میں لکھا ہے۔ کہ حقتعالے فرماتا ہے۔ کہ جب میرا ذکر مومن بندے پر غالب آتا ہے۔ تو میں جو اُس کا پروردگار ہوں اُس کا عاشق ہو جاتا ہوں۔ یعنے اُسے پیار کرنے لگتا ہوں۔ انسان ایسی نعمت سے اپنے تئیں کیوں محروم رکھے اور کیوں نہ ہر وقت اُسی کی یاد میں مشغول رہے +

پھر فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے دلوں کو خاصکر اسی واسطے پیدا کیا ہے۔ کہ عرش کا طواف کریں۔ پھر فرمایا۔ کہ دل تین قسم کے ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں۔ جو پہاڑ کی طرح جگہ سے نہیں ہلتے۔ وہ محبوں کے دل ہیں۔ بعض ایسے ہیں۔ جو درخت کی طرح جڑ سے تو قائم ہیں۔ لیکن اُن کی ٹہنیاں وغیرہ ہوا سے حرکت کرتی ہیں۔ اور بعض پتوں کی طرح ہیں۔ کہ ہوا جس طرف چاہتی ہے۔ اُنہیں پھیر لیتی ہے +

پھر فرمایا۔ کہ محبت میں صادق وہ شخص ہے۔ جو دوست کی یاد کے سوا اور کسی بات کو پسند ہی نہ کرے پھر فرمایا۔ کہ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام کو فرعون پاس جا کر اُسے اللہ تعالےٰ کی طرف بلانے کا حکم ہوا۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ اُسکے ساتھ نرمی اور آہستگی سے بات کرنا۔ تاکہ اس کا دل نہ دکھے۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ دیکھو جو شخص خدائی کا دعوے کرتا ہے۔ اور انا ربکم الاعلیٰ

کہتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ لطف ہے کہ اُس کے دل کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ تو جو شخص پانچ وقت سبحان ربی الاعلیٰ، کہتا ہے وہ کس طرح اُس کے لطف سے نا امید ہو سکتا ہے۔ ایسا شخص ہرگز ہرگز نا اُمید نہیں ہو گا۔ اس کے حق میں تو ضرور بے حد لطف و کرم فرمائیگا ؛

پھر فرمایا۔ کہ جو دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ اور اُس کی یاد میں مشغول رہتا ہے اسے قیامت کے دن کسی قسم کا عذاب نہ ہو گا۔ اور روزِ حشر کے عذاب سے وہ بے کھٹکے ہو گا ؛

پھر فرمایا۔ کہ جب قارون زمین کے چوتھے طبقے میں مع مال و اسباب پہنچا۔ تو وہاں کے رہنے والوں نے پوچھا۔ کہ تو کون ہے اور تو نے کیا گناہ کیا ہے جو تجھے زمین کے اندر اُتارا گیا ہے۔ جواب دیا۔ کہ میں مہتر موسیٰ کی قوم سے ہوں۔ مال کی زکوٰۃ نہیں دی تھی۔ اور پیغمبرِ خدا کی برابری کی تھی۔ اس واسطے مجھے آج کا دن نصیب ہوا۔ جونہی قارون نے موسیٰؑ کا نام لیا۔ فرشتوں کو حکم ہُوا۔ کہ قارون کو اسی جگہ رکھو۔ اور نیچے نہ لیجانا۔ کیونکہ اس نے میرے دوست کا نام لیا ہے۔ اِس لئے مجھ پر واجب ہے۔ کہ اسے عذاب نہ کروں۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جو شخص یادِ خدا میں رہتا ہے۔ اسے ضرور قیامت کو اس کا مقصود مل جائیگا۔ اور تجلی کے انوار سے مشرف ہو گا ؛

پھر فرمایا۔ کہ ایک روز خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے پُوچھا گیا۔ کہ اہلِ محبت کون لوگ ہیں۔ فرمایا۔ وہ لوگ جو دوست کے سوا کسی اور چیز میں مشغول نہیں ہوتے۔ اس واسطے کہ جو شخص دوست کے بغیر کسی اور چیز سے خوش ہو جاتا ہے۔ درحقیقت وہ اندوہ کے قریب ہوتا جاتا ہے اور جو دوست سے محبت کرتا ہے۔ تو اُسے کبھی دہشت نہیں ہوتی۔ اور جو شخص دوست سے محبت نہیں کرتا۔ اس کا دعوائے محبت درست نہیں ہوتا ؛

پھر فرمایا۔ کہ جس کی ہمت محبت کی طرف ہو۔ وہ جلدی خدا رسیدہ ہو جاتا ہے۔ اور جس کی ہمت محبت کی طرف نہیں ہوتی۔ وہ دوزخ کے نزدیک ہو جاتا ہے ؛

پھر فرمایا۔ کہ جب صاحبِ محبت سلطنت کا دعوائے کرے۔ تو درحقیقت جان لے کہ محبت جاتی رہیگی شیخ الاسلام یہ فرماتے ہی دوڑ کر اندر چلے گئے۔ اور میں اور اَور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

فصلِ یازدہم

سخن در خوف و توکل وغیرہ اُفتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اُس وقت مولانا برہان الدین ہانسوی۔ شیخ بدرالدین غزنوی اور اور عزیز حاضرِ خدمت تھے۔ خوف اور توکل وغیرہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! خوفِ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے ادب بندوں کے لئے تازیانہ ہے

تاکہ وہ اللہ سے ڈر کر گناہ سے باز آجائیں۔ اور سیدھی راہ چلیں +

پھر فرمایا۔ کہ کلام مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم" یعنی اے میرے بندو! کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا۔ کہ میرے ڈر کے مارے تمہارے دل نرم ہوں۔ یا کوئی تم میں سے ایسا ہے۔ جو ہم سے صلح کرے یعنی توبہ کرے۔ اور میں اس کی توبہ قبول کروں +

پھر فرمایا۔ کہ خوف اسکے عدل اور اُمید اسکے فضل کی وجہ سے ہے۔ پس اُس کی درگاہ کا معزز بندہ وہ ہے۔ جس میں دونوں باتیں ہوں +

پھر فرمایا۔ کہ ایک بزرگ اللہ تعالیٰ کے خوف سے چالیس سال روتا رہا۔ جب اسے موت یاد آتی۔ تو بید کے پتے کی طرح کانپتا۔ اور ہزار مرتبہ بیہوش ہو ہو کر گرتا۔ جب ہوش میں آتا۔ تو یہ آیت پڑھتا۔ "ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم" یعنی نیک لوگ بہشت میں اور بدکار نافرمان دوزخ میں جائینگے + پھر نعرہ مار کر بیہوش گر پڑتا۔ اور کہتا کہ مجھے معلوم نہیں۔ کہ قیامت کے دن ان دو میں سے میں کس گروہ میں ہونگا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا فرمایا۔ جیسا دوستوں سے کرتا ہے۔ جب مجھے عرش کے نیچے لے گئے۔ تو پوچھا گیا۔ کہ اے درویش! تو اسقدر کیوں رویا کرتا تھا۔ کیا مجھے غفار نہیں جانتا تھا۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں تیری تمہاری کے ڈر سے روتا تھا۔ کہ کہیں میری ساری عبادت اکارت نہ جائے۔ اس ڈر کی وجہ سے روتا تھا۔ جب یہ عرض کی۔ تو حکم ہوا۔ کہ جاؤ تجھے ہم نے بخشدیا +

پھر فرمایا۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ابھی بچے ہی تھے۔ کہ خوفِ خدا سے اسقدر روئے۔ کہ رخسارہ مُبارک کا گوشت و پوست گل گیا۔ الغرض ایک روز پہاڑ پر سجدے میں رکھ کر رو رہے تھے۔ آپ کی والدہ صاحبہ بھی وہاں جا نکلیں۔ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر شفقت مادرانہ کی۔ آپ نے سمجھا کہ شائد ملک الموت ہے۔ اِس لئے کہا۔ کہ ذرا اور ٹھیر جا۔ تاکہ میں والدہ کا دیدار کر لوں۔ یہ سُنکر آپ کی والدہ صاحبہ نے نعرہ مار کر کہا۔ کہ اے جانِ مادر! میں ملک الموت نہیں۔ میں تیری ماں ہوں۔ میرے ساتھ چل اور کھانا کھالے۔ الغرض حکم عدولی نہ کرکے آپ والدہ صاحبہ کے ہمراہ گھر آئے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ کہ اے یحییٰ! تو ابھی بچہ ہے۔ تُو نے کوئی ایسا گناہ تو نہیں کیا۔ جس کے سبب تو اسقدر روتا ہے۔ عرض کی۔ آپ سچ فرماتی ہیں۔ لیکن اگر قیامت کے دن مجھے دوزخ میں ڈال دیں۔ تو کیا آپ مجھے چھڑا سکتی ہیں۔ فرمایا نہیں۔ عرض کی۔ کہ بس پھر آپکے لئے واجب نہیں کہ مجھے رونے اور خوفِ خدا سے باز رکھیں۔ کیونکہ مجھے اُس کی تدبیر آج ہی کرنی چاہیئے۔ تاکہ میں قیامت کو عذابِ دوزخ سے رہا ہو سکوں +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! انبیاء اور اولیاء خوفِ خدا کے مارے اسطرح گھلتے آئے ہیں جیسے

سونا کٹھالی میں۔ اس واسطے کہ اپنا انجام کسی کو معلوم نہیں۔ کہ جہان سے کیسے جائے گا +

پھر فرمایا۔ کہ ایک بزرگ عبداللہ خفیف نام چالیس سال نہیں سوئے اور خوف خدا سے اس قدر روئے کہ رخسارہ مبارک میں گڑھے پڑ گئے۔ جن میں چڑیوں نے گھونسلے بنائے۔ لیکن آپ ترس خدا سے اس قدر متحیر تھے۔ کہ اُن کی آمد و رفت کی آپ کو مطلق خبر نہ تھی۔ جب آپ قیامت اور قبر کی حکایت بیان فرماتے تو بید کی طرح کانپتے اور بے ہوش زمین پر گر پڑتے اور مچھلی کی طرح تڑپتے۔ جب ہوش میں آتے تو اٹھ کر یہ آیت پڑھتے "فریق فی الجنتہ و فریق فی السعیر" ایک گروہ بہشت میں ہو گا۔ اور ایک دوزخ میں اور زار زار رو کر فرماتے کہ معلوم نہیں میں کس گروہ میں ہونگا۔ پھر فرمایا۔ کہ آخر عمر تک آپ کی یہی حالت رہی۔ اور اسی حالت میں اس دارِ فانی سے کوچ کیا +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ امام اعظم کوفی رحمتہ اللہ علیہ تیس سال تک نہ سوئے۔ اس عرصے میں جب کبھی نیند کا غلبہ ہوتا۔ تو ایک دن رات بلکہ زیادہ عرصے تک بیہوش رہتے جب ہوش میں آتے تو نفس کو جھڑکتے۔ اور فرماتے۔ کہ اے نفس! تو نے کوئی ایسی طاعت نہیں کی جو بارگاہ الٰہی کے شایاں ہو۔ جس کے سبب قیامت کے دن تجھے رہائی نصیب ہو۔ یا تو نے اللہ تعالےٰ کو اس طرح پہچانا ہو جیسا اس کا حق ہے۔ اے نفس! تو دنیا و آخرت میں بے بس رہیگا۔ اس طرح آپ نے زندگی بسر کی اور اپنا ماتم خود کرتے۔ اور روتے۔ قرآن شریف کی تلاوت کے وقت اگر عذاب کی آیت پر پہونچتے۔ تو ایک سال یا دو سال عالم تحیر میں کھڑے رہتے۔ لیکن اسطرح کہ کسی مخلوق کو اطلاع نہ ہوتی۔ جب ہوش میں آتے تو فرماتے۔ کہ بڑے ہی تعجب کی بات ہوگی اگر بوحنیفہ کو قیامت کے دن خلاصی نصیب ہوگی +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان صالح مرد کے بدن پر خوف خدا کے سبب گوشت و پوست کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جب رات ہوتی۔ تو گلے میں رسی ڈال چھت میں لٹک جاتا۔ اور ساری رات روتا رہتا۔ جب سجدہ کرتا۔ تو کہتا۔ کہ میں نے اسقدر گناہ کئے ہیں جن کی کوئی حد نہیں۔ اے پروردگار اگر تو قیامت کے دن میرے گناہوں کو پیش کریگا۔ تو میں یہ سیاہ چہرا کس طرح دکھا سکونگا۔ اسی طرح اس نے ساری عمر بسر کی۔ کہ راتوں روتا رہتا۔ اور بے ہوش ہو جاتا۔ جب ہوش میں آتا۔ تو پھر ذکر الٰہی میں اس طرح مشغول ہو جاتا۔ کہ اپنے آپ کی اسے ہوش نہ رہتی۔ جب وہ بیمار ہوا۔ تو ایک اینٹ بطور سرہانہ سر کے نیچے رکھی۔ جب وقت قریب آن پہنچا۔ تو اپنی بڑھیا ماں کو بلا کر کہا۔ کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ گنہگار کے گلے میں رسی ڈالکر گھر کے چاروں کونوں میں پھرانا اور کہنا۔ کہ یہ وہ شخص ہے۔ جو اپنے مالک کی درگاہ سے بھاگا ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھانا۔ تاکہ مجھے کوئی نہ دیکھے۔ کیونکہ جو دیکھیگا وہ میری شامت اعمال کی وجہ سے افسوس کریگا۔ تیسرے یہ کہ جب مجھے قبر

میں رکھا جائے۔ تو تو میرے پاس رہنا۔ شاید فرشتے مجھے عذاب کرنے لگیں۔ تو تیرے قدموں اور تیرے سینے کی آہ کی برکت سے مجھے اس عذاب سے خلاصی نصیب ہو جائے۔ یہ وصیت کرتے ہی دم برابر ہو گئے۔ اُس کی ماں نے وصیت کے مطابق اُسکے گلے میں رسی ڈالنی چاہی۔ تو گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ دوست دوست سے جا ملا۔ اس جوان سے ہاتھ اُٹھائے۔ اللہ تعالےٰ کے دوستوں سے ایسا سلوک کون کرتا ہے۔ اُسکے گلے میں رسی مت ڈالنا۔ کیونکہ یہ میرا ایک دوست ہے۔ میں نے اسے بخشدیا ہے"

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصریؒ خوفِ خدا سے اسقدر روئے کہ پرنالہ بہ نکلا۔ رابعہ بصریؒ نیچے کھڑی تھیں۔ یہ دیکھ کر اوپر گئیں تو دیکھا۔ کہ خواجہ حسن بصریؒ رو رہے ہیں پوچھا کیوں روتے ہو؟ فرمایا۔ خوفِ خدا سے مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن میں کسنے گروہ میں ہونگا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جس میں خوفِ خدا نہیں اس میں ایمان نہیں۔ وہ مسلمان ہی نہیں۔ اس واسطے کہ مسلمان وہ ہوتا ہے۔ جس کے دل میں خوفِ خدا ہو +

پھر فرمایا۔ کہ ایک دفعہ خواجہ منصور عماد ایک محلے سے گذر رہے تھے۔ کہ ایک گھر سے رونے کی آواز سنی۔ یہ کہہ رہا تھا۔ کہ اے پروردگار میں نے بہت گناہ کئے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ قیامت کے دن میری کیا حالت ہوگی۔ آپ یہ آواز سنکر نزدیک گئے۔ تو اُسکی زاری سُنکر گھر کے شگاف میں منہ رکھ کر رونے لگے۔ اس شگاف پر ہاتھ رکھکر یہ پڑھا " اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہ وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ..... امرھم ویفعلون ما یؤمرون " یعنی دوزخ ایک ایسا مقام ہے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اور اس پر سخت طبیعت کے فرشتے مقرر کیئے گئے ہیں جو کسی پر رحم نہیں کرتے۔ جس طرح انہیں حکم ہوتا ہے۔ اسی طرح آدمیوں سے سلوک کرتے ہیں۔ خواجہ منصور فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے یہ آیت پڑھی۔ تو پھر اس گھر سے آواز نہ آئی۔ دیر بعد نعرہ کی آواز آئی۔ اور تڑپنے لگا۔ پھر میں دیر تک کھڑا رہا۔ لیکن کوئی آواز نہ سنی۔ پھر آگے چلا گیا۔ جب دن ہوا اور اس مکان کے پاس آیا۔ اور حال پوچھا۔ تو دیکھا کہ جنازہ رکھا ہوا ہے۔ میں پوچھنے ہی کو تھا کہ گھر کا مالک کون ہے۔ کہ اتنے میں ایک بڑھیا عورت روتی ہوئی نکلی۔ میں نے پوچھا۔ کہ اس بڑھیا کا اس متوفی سے کیا رشتہ ہے؟ لوگوں نے کہا یہ متوفی کی والدہ ہے۔ وہ شخص بہت پرہیزگار تھا۔ رات بھر نماز ادا کرتا رہتا۔ اور دن کو روزہ رکھتا۔ اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے تھا۔ آج سحر کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کر رہا تھا۔ کہ ایک مرد پاس سے گذرا۔ جس نے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی۔ قرآن شریف سُنتے ہی زمین پر گر پڑا اور فوت ہو گیا منصور عمادؒ رونے لگے۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے ہی آیت پڑھی تھی۔ پھر اس جوان کی نماز جنازہ ادا کی +

بعد ازاں شیخ الاسلام نعرہ مار کر مصلے پر گر پڑے۔ اور ایک دن رات بیہوش پڑے رہے۔ جب

ہوش میں آئے۔ تو فرمایا۔ کہ خواجہ سہیل عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ خوفِ خدا سے چالیس سال تک لگاتار روتے رہے۔ اس عرصے میں کسی نے آپ کو رونے سے خالی نہ دیکھا۔ آپ سے سوال کیا گیا۔ کہ صاحب ہم نے آپ کو کبھی رونے سے خالی نہ پایا۔ اسکی کیا وجہ ہے۔ فرمایا۔ اے عزیزو! جب قیامت کا خوف اور ہول یاد آتا ہے جبکہ والدین فرزندوں کی پرواہ نہ کرینگے۔ اور فرزند والدین کی۔ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے بھاگیگا۔ بھائی بھائی سے اور مسلمان مسلمان سے۔ تو پھر ہنسی نہیں آتی۔ جس کے پیش ایسا دن آنا ہے اور جسے اپنا انجام معلوم نہیں اسے ہنسی کس طرح آسکتی ہے اور اس کا رونا کس طرح تھم سکتا ہے وہ نہایت ہی سنگدل ہوگا۔ جو ایسے دن کے خوف سے روتا نہ ہو۔ اور اِس بات کی سوچ بچار نہ کرتا ہو۔ کہ کس طرح اس سے خلاصی ہوگی ؛

پھر فرمایا۔ کہ رسُول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن تمام لوگ ڈرتے ہوئے اور روتے ہُوئے اُٹھینگے۔ لیکن اولیاء اللہ جو دُنیا میں خوفِ خدا سے روتے تھے ہنستے ہُوئے اُٹھینگے۔ اُس دن کی پرواہ نہیں کرینگے ؛

پھر فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب کہا۔ باوجود اِس عظمت و بزرگی کے۔ جب خوفِ خدا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر طاری ہوتا۔ تو ایسے مستغرق ہوتے کہ دن رات کی تمیز نہ رہتی۔ راتوں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک پھٹ جاتے اور خون بہ نکلتا۔ جب جناب سے اسکی وجہ پُوچھی گئی۔ تو فرمایا۔ کہ یارو! اگر قیامت کے دن مجھے اور میرے بھائی عیسیٰ کو دوزخ میں ڈالدیا جائے۔ تو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ نہ کر۔ کیونکہ تمام جہان اُس کی ملکیت ہے۔ جو شخص اپنی ملکیت میں کسی قسم کا تصرف کرتا ہے۔ اسے ظلم نہیں کہتے ظلم اسے کہتے ہیں جو کسی دوسرے کی ملکیت میں تصرف کیا جائے ؛

پھر فرمایا۔ کہ شیخ نجم الدین متوکل ازحد یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ میں نے اسقدر سیر و سیاحت کی ہے لیکن آپکے برابر کسی کو یادِ حق میں مشغول نہیں دیکھا۔ جب آپ پر خوفِ خدا غالب آتا۔ تو آپ کو معلوم نہ ہوتا۔ کہ یہ کونسا دن ہے یا کونسا مہینہ ہے یا کونسا سال ہے۔ اور یہ حالت تقریباً ہر وقت آپ پر طاری رہتی۔ اور بڑی حیرت میں رہتے ؛

پھر فرمایا۔ کہ خائف (ڈرنے والا) اُس شخص کو کہتے ہیں۔ جس میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہوں۔ اول روزے کی خاطر کم کھانا۔ دوسرے نماز کے لئے کم بولنا۔ تیسرے ذکر کے واسطے کم سونا۔ پس جس دل میں یہ تین باتیں نہیں اسے خائف نہیں کہہ سکتے ؛

پھر فرمایا۔ کہ جس طرح تین باتیں درویش کے لئے ضروری ہیں۔ اسی طرح خوف۔ اُمید اور محبت بھی ضروری ہیں۔ دِل میں خوف کے ہونے سے ترکِ گناہ حاصل ہوگی جس سے نجات کی اُمید ہوسکتی ہے

اور دل میں اپنی کی ہوئی طاعت کی اُمید رکھنے سے بہشت میں مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ کرو ہات سے پرہیز کرنے کو محبت کہتے ہیں جس سے رضائے حق حاصل ہوتی ہے +

پھر فرمایا۔ کہ عقلمند وہ شخص ہے۔ جو سب کاموں میں اللہ تعالےٰ پر توکل کرے۔ اور کسی سے کسی طرح کی امید نہ رکھے +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری رح کو حج کی آرزو ہوئی۔ تو گدھے پر سوار ہو کر حج کو روانہ ہوئیں۔ جب جنگل میں پہنچی۔ تو گدھا مر گیا۔ اور آپ کا اسباب پڑا رہ گیا۔ لوگوں نے آکر کہا۔ کہ لاؤ ہم بوجھ اٹھا لیں۔ فرمایا۔ کہ میں تمہارے بھروسے پر روانہ نہیں ہوئی جس پر میرا توکل ہے وہ خود میرا اسباب پہنچا دیگا۔ یہ کہہ کر قافلہ تو روانہ ہوگیا۔ اور آپ تنہا رہ گئیں۔ آسمان کی طرف مُنہ کر کے کہا۔ کہ پروردگارا! تو نے ضعیفہ سے اچھا سلوک کیا۔ کہ جنگل میں اکیلا گدھا مار دیا۔ ابھی یہ بات اچھی طرح نہ کہنے پائی تھیں۔ کہ گدھا زندہ ہوگیا۔ آپ اُس پر اسباب رکھ حج کے لئے روانہ ہوئیں +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک متوکل رہے۔ اور خلقت سے گوشہ گیری اختیار کی۔ اس تیس سال کے عرصے میں کسی کی طرف رجوع نہ کیا۔ جب آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ تو ٹھان لی۔ کہ اور لوگ تو پاپیادہ حج کو جاتے ہیں۔ میں سر کے بل جاؤنگا۔ چنانچہ ہر قدم پر دوگانہ ادا کرنا شروع کیا۔ جب آگے بڑھے تو جنگل میں ستر آدمی برقعہ پوش سر کٹے خون میں آلودہ پائے۔ جن میں سے ایک سسک رہا تھا۔ اُس نے آواز دی کہ اے ابراہیم! ہمیں جو مقتول دیکھتا ہے۔ اس کی کیفیت یوں ہے۔ کہ ہم ستر صوفی متوکل تھے۔ ہم توکل کی نیت کر کے حج کو روانہ ہوئے تھے۔ اور عہد کر لیا تھا۔ کہ ہم کسی سے کوئی بات نہیں کرینگے۔ جب اس جنگل میں آئے تو خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے۔ اُن سے ملاقات کی اور مشغول ہو گئے۔ آواز آئی۔ کہ اے بدعہدیو! کیا تم نے ہم سے یہی وعدہ کیا تھا۔ تم نے اپنا اقرار فراموش کر دیا۔ اور غیر میں مشغول ہوگئے اتنے میں ایک تلوار آسمان سے نمودار ہوئی جس سے سب کے سر قلم ہو گئے۔ اے ابراہیم! جو شخص راہِ توکل میں قدم رکھتا ہے اگر وہ توکل سے ذرہ بھر بھی تجاوز کرے تو اُسکی یہی حالت ہوتی ہے جو اس وقت ہماری ہے۔ وہ برقعہ پوش یہ حکایت بیان کر کے فوت ہوگیا۔ ابراہیم رح کو اس بات سے تعجب آیا۔ جب واپس پھرے۔ تو دیکھا کہ رابعہ بصری رح بیٹھی ہیں۔ اور کعبہ آپ کا طواف کر رہا ہے۔ ابراہیم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور رابعہ رح کو کہا۔ کہ یہ کیا شور برپا کر رکھا ہے۔ رابعہ رح نے فرمایا۔ کہ میں نے یا آپ نے کہ چودہ سال سے سر کے بل جا رہے ہو۔ اور دیدار نصیب نہیں ہوا۔ ابراہیم رح نے سبب پوچھا۔ فرمایا۔ کہ آپ کو خانہ کعبہ دیکھنے کی آرزو ہے اور میں خانہ کعبہ کے مالک کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ پس جسے گھر کے مالک کی خواہش ہو۔ گھر خود وہاں آجاتا ہے +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! خواجہ قطب الدین چشتی رح بیس سال تک عالم توکل میں رہے اور خلقت سے

گوشہ گیری اختیار کئے ہے۔ اس عرصہ میں جب باورچی خانے میں چیزوں کی ضرورت ہوتی۔ تو خادم اگر التماس کرتا۔ تو آپ ایک مقام کی طرف اشارہ کرتے۔ کہ وہاں سے روپیہ پیسہ اور اناج وغیرہ جسقدر ضرورت ہولے لو خادم لیجا کر درویشوں کو کھلاتا +

پھر فرمایا کہ سجادے پر بیٹھنے کا مستحق وہ شخص ہے جو عالم توکل میں رہے۔ اور کسی مخلوق اور کسی چیز کی توقع نہ رکھے۔ اگر اس میں یہ بات نہیں پائی جاتی تو وہ سجادہ نشینی کے لائق نہیں۔ بلکہ اہل تصوف کے نزدیک جھوٹا مدعی ہے +

پھر فرمایا۔ کہ توکل وہ تھا جو خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا۔ چنانچہ میں نے کبھی آپ کو کسی قسم کی فتوح قبول کرتے نہ دیکھا یا کسی سے توقع کرتے نہ سنا نہ دیکھا۔ جب خادم کو درویشوں کی خوراک کے لئے روپے پیسے یا اناج کی ضرورت ہوتی۔ تو اگر التماس کرتا۔ اور آپ مصلے تلے سے چند اشرفیاں نکال کر دیدیتے۔ اور وہ صبح سے شام تک خرچ کر دیتا۔ جب کوئی خانقاہ میں مسافر آجاتا تو اسے خالی نہ جانے دیتے۔ کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے۔ جسقدر کھانا دستر خوان پر ہوتا۔ اس میں ذرا بھی کمی نہ آتی +

پھر فرمایا۔ کہ اہل توکل پر حقائق میں ایسا وقت بھی آتا ہے۔ کہ اگر اس وقت انہیں آگ میں پھینکدیا جائے یا انہیں زخمی کیا جائے تو انہیں مطلق خبر نہیں ہوتی +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ حبیب ملک شام کی طرف بطور مسافر روانہ ہوئے۔ عالم توکل میں جس منزل پر پہنچتے۔ آبادی سے دور ویرانے میں رات بسر کرتے۔ عالم غیب سے آپ کو کھانا پہونچ جاتا جب دن ہوتا۔ تو پھر روانہ ہوتے۔ جب شام میں پہنچے۔ تو وہاں پر ایک بزرگ کو دیکھا جو از حد یاد الہٰی میں مشغول تھا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو جاگتا رہتا۔ اندر جا کر اسے سلام کیا۔ فرمان ہوا۔ کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ تو دل میں خیال آیا۔ کہ یہ بزرگ جنگل میں رہتا ہے۔ اسے روزی کہاں سے ملتی ہوگی۔ جونہی یہ خیال آیا۔ اس بزرگ نے فرمایا۔ اے خواجہ! تقریباً ستر سال سے میں اس غار میں رہتا ہوں۔ مجھے عالم غیب سے روزی پہنچ جاتی ہے۔ آج کی رات اگر تو میرے ہاں مہمان ہو۔ تو تجھے میرے توکل کا ذوق معلوم ہو جائے۔ کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں۔ الغرض آپ نے شام کی نماز اس بزرگ کے ہمراہ ادا کی۔ تو اتنے میں ایک شخص شیر پر سوار دستر خوان لیکر آپہنچا۔ جب نزدیک آگیا۔ تو شیر سے اُتر کر دستر خوان اس بزرگ کے پاس رکھ کر آپ دست بستہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ جب وہ بزرگ نماز سے فارغ ہوا۔ تو فرمایا۔ کہ خوانچہ آگے لاؤ۔ ابھی کھانا شروع نہ کیا تھا۔ کہ چھ صوفی اور آگئے۔ الغرض سب نے ملکر کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد اس بزرگ نے زمین پر ہاتھ مارا تو ایک چشمہ بہ نکلا جس سے سب نے پیٹ بھر کر پانی پیا۔ اور خدا کا شکر بجالائے۔ اور اللہ اکبر کہا اور بیٹھ گئے۔ پھر اس بزرگ نے فرمایا۔ کہ اے خواجہ! تو کہتا تھا۔ کہ یہ کہاں سے کھاتا ہے دیکھ

میری روزی اسطرح مجھے پہنچتی ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ جو شخص عالم توکل میں حقتعالےٰ کے کرم پر بھروسہ کرتا ہے۔ اسے عالم غیب سے روزی پہنچتی ہے اور جو کچھ وہ طلب کرتا ہے۔ اسے ملجاتا ہے۔

شیخ الاسلام یہ فوائد ختم کر کے اُٹھ بیٹھے۔ اور میں اور اَور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

فصلِ دوازدہم

سخن در ذکر طاقیہ وغیرہ افتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اُس وقت بغداد سے آئے ہوئے چند صوفی اور شیخ برہان الدین ہانسوی اور شیخ بدرالدین غزنوی حاضرِ خدمت تھے۔ طاقیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! قاضی ابو یوسف کی روایت کے مطابق کلاہ دو قسم کی ہے ایک لاطیہ دوسری ناشرہ۔ لاطیہ سر سے ملی رہے۔ ناشرہ وہ جو سر سے اوپر اُٹھی رہے۔ پہلی قسم کی کلاہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی سرِ مبارک پر کی ہے۔ دوسری سیاہ ہوتی ہے۔ جو بعض مشائخ سر پر رکھتے ہیں۔ لیکن اسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت کم سرِ مبارک پر کیا ہے۔

بعدازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ قاضی ابو یوسف یاروں کو حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے اور صوفیانہ کلاہ سر پر رکھے ہوئے تھے لیکن وہ کلاہ سفید نہ تھی۔ اتنے میں ایک شخص نے آکر قاضی صاحب سے سوال کیا۔ کہ آیا پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سفید کلاہ پہنی ہے یا سیاہ۔ قاضی صاحب نے جواب دیا سفید۔ پھر اس نے پوچھا کہ لاطیہ پہنی ہے یا ناشرہ۔ فرمایا لاطیہ۔ سائل نے کہا۔ آپ نے تو سیاہ اور ناشرہ سر پر کی ہوئی ہے۔ اِس صورت میں آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو سنتوں کی مخالفت کی۔ اور پھر حدیث کا ذکر کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے سوچ کر فرمایا۔ کہ تو نے یہ دو باتیں جو مجھ سے کی ہیں۔ یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو حق کی خاطر کی ہیں یا مجھے دکھ دینے کے لئے۔ اگر حق کی خاطر کی ہیں تو منظور۔ لیکن اگر میری تکلیف کے واسطے کی ہیں تو تجھ پر افسوس ہے۔ افسوس ہے۔ سائل نے کہا میں نے حق کی خاطر کی ہیں۔ اِس واسطے کہ آپ دین کے امام ہو۔ آپ کو خلافِ سُنت کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے۔

بعدازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! کلاہ کی اصل اللہ تعالیٰ سے ہے۔ کہ مہتر جبرائیل علیہ السلام بہشت سے چار کلاہ لائے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دئے۔ اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! فرمانِ الٰہی یوں ہے کہ انہیں پہلے خود سرِ مبارک پر کرو۔ اور پھر جسے مرضی ہو دو۔ اور اپنا خلیفہ بناؤ۔ آنحضرت صلعم نے پہلے خود سرِ مبارک پر کئے۔ اور پھر امیر المومنین ابوبکر صدیق کو ایک گوشہ کلاہ عنایت فرمایا۔ اور فرمایا۔

کہ یہ آپکا کلاہ ہے۔ جسے مرضی ہو عطا کرنا۔ پھر دو گوشہ کلاہ امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو عنایت کر کے فرمایا۔ کہ یہ آپ کا کلاہ ہے جسے چاہیں عنایت فرمائیں۔ پھر سہ گوشہ کلاہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو مرحمت کر کے فرمایا۔ کہ یہ آپکا کلاہ ہے جسے چاہیں دیں۔ پھر چار گوشہ کلاہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر رکھ کر فرمایا۔ کہ اے علیؓ یہ کلاہ تیرا ہے صوفیا میں سے جسے چاہیں عنایت کر۔ مجھے فرمان یہی تھا۔ کہ چو گوشہ ٹوپی علیؓ کو دینا +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! کلاہ سر پر وہ شخص رکھتا ہے۔ جو دین سے بالکل قطع تعلق کرے اور دولت مندوں اور اہل دُنیا کی صحبت کو ترک کر دے۔ اور کلاہ کا جو حق ہے ادا کرے تاکہ قیامت کے دن جناب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفا و مشائخ طبقات سے شرمندہ نہ ہووے +

پھر فرمایا۔ کہ ٹوپی سر پر کر لینا تو سہل ہے۔ لیکن اسکے احکام و شرائط بجا لانا بہت مشکل ہیں اگر اسکے احکام و شرائط کا ایک ذرہ بھی بجا نہ لایا جائے تو جھوٹا مدعی ٹھیرتا ہے نہ کہ صدیق اور راست گو +

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ یوسف چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی۔ کہ جب کوئی شخص مرید ہونیکے ارادے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو آپ ایک سال تک لگاتار اس سے خدمت لیتے پھر جب دیکھتے کہ کلاہ کے لائق ہو گیا ہے۔ تو کلاہ عنایت کر کے فرماتے۔ کہ دیکھ اگر تو کلاہ کے حق ادا کریگا تو تجھے نجات حاصل ہو گی۔ ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کلاہ خود تجھے سزا دیگا +

ایک دفعہ بدخشاں کا کوئی بزرگ زادہ خواجہ مودود چشتی کی خدمت میں کلاہ کے لئے ملتمس ہوا۔ خواجہ نے جب اُسکے باطن میں نگاہ کی۔ تو اُسے دنیاوی آلایشات سے ملوث پا کر انکار کر دیا۔ وہ اس ولایت کے بزرگوں کی سفارش لایا۔ تو آپنے کلاہ عنایت کر کے فرمایا۔ کہ دیکھ تو کلاہ تو لیتا ہے۔ لیکن تو اسکی قدر نہیں کریگا۔ جو اسکی قدر کرتا ہے وہ دُنیا کے فریب میں نہیں آتا۔ اس نے اِس بات کا کچھ خیال نہ کیا۔ کلاہ لیکر بدخشاں گیا۔ اور اپنی عادت کے مطابق بُرے کاموں میں مشغول ہو گیا۔ اور کلاہ اُتار کر طاق میں رکھدیا۔ جب یہ خبر خواجہ صاحب نے سُنی۔ تو فرمایا۔ کہ یہ کلاہ اُسکی خبر کیوں نہیں لیتا۔ چنانچہ بہت مدت گذرنے نہ پائی۔ کہ وہ بزرگ زادہ کسی تہمت میں گرفتار ہوا۔ اور اُس کی آنکھیں نکالی گئیں۔ جس کے درد میں وہ فوت ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اس زمانے میں اب کلاہ بازی ہوتی ہے۔ جو چاہتا ہے سر پر رکھ لیتا ہے۔ لیکن اس کا حق ذرہ بھر بھی بجا نہیں لاتا +

پھر فرمایا۔ کہ چونکہ کلاہ اور خرقے کی بے عزتی کرتے ہیں۔ اسلئے اس زمانے میں خیر اور برکت

نہیں رہی۔ اکثر اہلِ خرقہ وکلاہ قمار خانوں اور بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں بیٹھتے ہیں۔ جس زمانے میں اس قسم کے اہلِ خرقہ وکلاہ ہوں اس میں برکت کیا ہو سکتی ہے لیکن پھر بھی ہزار شکر ہے۔ کہ بلا نازل نہیں ہوتی اگر نازل ہو تو پہلے اہلِ خرقہ وکلاہ پر ہو۔ اور بعد میں خلقت پر*

پھر فرمایا۔ کہ اس درویش کی نسبت نہایت تعجب ہے۔ جو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی کلاہ سر پر رکھ کر اسکی حق ادائی نہیں کرتا۔ اور دولتمندوں اور امراء کی خدمت میں جاتا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ اسکی صورت مسخ نہیں ہو جاتی۔ اور وہ خلقت میں رسوا کیوں نہیں ہوتا*

پھر فرمایا۔ کہ پیر کو کلاہ اس شخص کو دینا چاہیئے جس کا ظاہر و باطن روشن ہو۔ جب کوئی کلاہ کا خواستگار ہو۔ تو پہلے نورِ معرفت سے اُسکے باطن کو دنیاوی آلائشوں سے صاف کرے۔ جب اس کا ظاہر و باطن پاک ہو جائے اور کسی قسم کی آلایش باقی نہ رہ جائے۔ تو پھر کلاہ دے۔ اگر ایسا نہ کریگا۔ تو خود بھی گمراہ ہوگا۔ اور اس مرید کو بھی گمراہ کرے گا۔ پس اے درویش! اتنے اہلِ خرقہ وکلاہ جو روزی کی خاطر دربدر رہتے ہیں اور روٹی کے محتاج ہیں۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ بددیانت ہیں یعنی کلاہ سر پر رکھ کر اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ اسی واسطے وہ بدروزگاری میں مبتلا ہوتے ہیں*

پھر فرمایا۔ کہ اہلِ کلاہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے سر نہیں جھکاتے جب کسی اہلِ کلاہ کو بادشاہوں اور امرا کے پاس جاتا دیکھے تو اس سے کلاہ چھین لینی چاہیئے۔ کیونکہ وہ کلاہ کے لائق نہیں۔ اس واسطے کہ رسول صلعم کی کلاہ سر پر رکھ کر امیروں اور بادشاہوں کے پاس جا کر اس کی بے عزتی نہیں کرنی چاہیئے*

پھر فرمایا۔ ایک مرتبہ میں خواجہ اجل شیرازی کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ کے ایک مرید کی نسبت آپ سے کسی نے شکایت کی۔ کہ وہ آپ سے پوشیدہ بادشاہوں اور امراء کے پاس جاتا ہے۔ فوراً آپ کی زبان سے نکلا۔ کہ ہمارے پیر کی کلاہ اسکی گردن کا مہرہ کیوں نہیں توڑتی۔ ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے بھی نہ پائی تھی۔ کہ وہ مرید چھت پر سے گرا اور اسکی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا*

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ اے درویش! شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی۔ کہ اگر لاکھ آدمی بھی مرید ہونے کی نیت سے آتے۔ تو سب کو کلاہ عنایت فرماتے۔ اور کلاہ دیکر یہ فرماتے۔ کہ جو اس کلاہ کا حق ادا نہیں کریگا۔ وہ میرے پیر کی بیعت پر نہیں اور یہی کلاہ اسے سزا دیگی۔ لیکن آپ کے مریدوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ نکلا جس نے کلاہ کی حق ادائی میں کمی کی ہو*

پھر فرمایا۔ کہ اہلِ کلاہ کو کلاہ سزا تو دیتی ہے لیکن انہیں معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہ سزا کہاں سے ملی۔ اگر وہ کلاہ کا حق ادا کریں تو کبھی بے دوستی کا نشان تک اِن میں نہ پایا جائے۔ اور دُنیا و آخرت

میں بالکل محفوظ رہیں ۔

پھر فرمایا۔ کہ اہلِ کلاہ کی جو بے عزتی ہوتی ہے۔ تو اُسکی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ اے درویش! کلاہ کے چار گوشے ہیں۔ پہلا شریعت کا۔ دوسرا طریقت کا۔ تیسرا معرفت کا۔ اور چوتھا حقیقت کا۔ پس جو ان چاروں خانوں میں استقامت اختیار کرے اُسکے لئے کلاہ سر پر کرنی جائز ہے ۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ پیرِ طریقت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ کلاہ سر پر کرنی کس کے لئے واجب ہے؟ فرمایا۔ جو اٹھارہ ہزار عالم سے بیزار ہو ۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! جب تک تو ان چار عالموں سے اپنے تئیں نگاہ نہیں رکھ سکتا تیرے لئے کلاہ کا پہننا واجب نہیں۔ اوّل عالم چشم یعنی آنکھ کو تمام ناقابل دید چیزوں کے دیکھنے سے روکے۔ دوسرے عالم گوش یعنی کانوں کو ناقابل شنید باتوں کے سننے سے روکے۔ تیسرے عالم زبان جب تک تو زبان کو گونگا نہ بنائیگا۔ کلاہ کا مستحق نہیں ہوگا۔ چوتھے عالم دست و پائے۔ جب تک ہاتھ پاؤں کو ممنوعہ افعال سے نہ روکیگا۔ کُلاہ کے لائق نہیں ہوگا۔ جو یہ چاروں باتیں بجا لاتا ہے اُس کے لئے جائز ہے کہ کلاہ سر پر رکھے ۔

ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ کلاہ سر پر کرنی کس کے لئے واجب ہے۔ فرمایا اس کے لئے جو کلاہ پہنکر دنیا و مافیہا کو تین طلاق دے ۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک روز خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ اہل کلاہ میں سے صادق کون ہے۔ فرمایا۔ جو اپنا تمام مال و اسباب راہِ خدا میں صرف کر دے۔ اور اپنے لئے کچھ بھی بچا کر نہ رکھے ۔

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ عبد اللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کلاہ کے چار خانے ہیں۔ پہلا اسرار و انوار کا۔ دوسرا محبت و توکل کا۔ تیسرا عشق و اشتیاق کا اور چوتھا رضا اور موافقت کا۔ پس جب کوئی شخص کلاہ سر پر کرتا ہے۔ تو یہ چاروں چیزیں اسکی چوٹی میں جمع ہوتی ہیں ۔

پھر فرمایا۔ کہ جب پہلا خانہ اسرار و انوار۔ دوسرا محبت و توکل کا۔ تیسرا عشق و اشتیاق کا اور چوتھا رضا اور موافقت کا ہے۔ تو پھر لوگ اپنے تئیں کیوں اس نعمت سے محروم رکھتے ہیں اور جب کلاہ پہنتے ہیں تو پھر کیوں اس کا حق ادا نہیں کرتے ۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک درویش میرے پاس آیا۔ اُس وقت میں اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مجلس میں بیٹھے۔ اور کلاہ کی بابت گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا۔ کہ کلاہ دوست کا مونس ہے اور حقتعالیٰ کے عشق و محبت سے مرکب ہے۔ پس اس راہ میں حقیقت کا عاشق وہ شخص ہے جو اس کلاہ کی قدر جانتا ہے۔ اور فرمایا۔ کہ یہ رباعی کلاہ کے بارے میں آپ کی زبان مبارک سے سُنی تھی ؎

در طاقیہ فقر و نہ ہر دو شوق است ہمہ | اسرارِ جمالِ دوست و وقت است ہمہ
چوں بر سرِ خود نہادی آں مونسِ دوست | مے سوز ز عشقِ او کہ شوقت است ہمہ

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ مَیں نے سلوک اولیا ریس لکھا دیکھا ہے۔ کہ کلاہ پوش جسقدر طاعت عبادت۔ اور مجاہدہ کرتا ہے۔ اسی قدر اس پر رحمت حق کا سایہ ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ کلاہ رحمت الٰہی کا سایبان ہے۔ جب قیامت کو صاحب کلاہ اُٹھینگے تو وہ کلاہ دوزخ اور صاحب کلاہ کے درمیان حجاب ہو جائیگا جس کی لمبائی پانسو سالہ راہ کے برابر ہوگی۔ پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ مَیں نے ایک واصل سے سنا۔ کہ انسان اس وقت تک خدا رسیدہ نہیں ہوتا۔ جب تک کلاہ نہ پہنے اور کسی کا مرید نہ بنے اور بہت مجاہدہ نہ کرے۔ پھر فرمایا۔ کہ خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ سے پوچھا گیا۔ کہ دین و دنیا کی سعادت کس چیز میں ہے۔ فرمایا میں نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے۔ کہ دین و دُنیا کی سعادت کلاہ میں رکھی ہے جو اسے پہنکر اس کا حق ادا کرتا ہے۔ اسے دین و دُنیا کی سعادت حاصل ہوتی ہے ÷

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ کوئی کلاہ پوش کسی ایسے کام میں مشغول ہوا جس میں حق تعالےٰ کی رضاء نہ تھی۔ جب اس کام سے فارغ ہوا۔ تو آواز آئی۔ کہ اے مُدعی! تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کلاہ سر پر کرکے ایسے فعل کرتا ہے۔ یا تو یہ فعل قبیح چھوڑ دے یا سر پر سے کلاہ دُور کر۔ اور کسی ایسے شخص کو دے جو اس کا حق ادا کر سکے۔ اس نے یہ سُنکر اس فعل سے بالکل توبہ کرلی۔ اور خانہ کعبہ میں چالیس سال معتکف رہا۔ آخر جب فوت ہوا تو وہیں اس کا مدفن بنایا گیا ÷

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ مَیں نے شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سُنا ہے۔ کہ درویش خلق خدا کو کلاہ اس وقت عنایت کرسکتا ہے۔ جبکہ اس میں چار باتیں پائی جائیں۔ اول قضائے حاجت کے سوا مصلے سے نہ اُٹھے۔ اور کٹیا کا دروازہ کسی کے لئے کھُلا نہ رکھے۔ مگر اس وقت جب عالم غیب سے کوئی چیز میسر ہو۔ دوسرے جب کوئی کلاہ کا ملتمس ہو۔ تو جب تک نُورِ باطنی سے اُس کے ظاہر و باطن کو روشن نہ دیکھ لے۔ کلاہ نہ دے۔ تیسرے اس کے جماعت خانے میں علم کا چرچا ہو جب کوئی کسی چیز کی بابت اس سے سوال کرے۔ تو فوراً شافی وکافی جواب دے۔ یہ نہ کہے کہ فلاں کتاب میں دیکھو۔ چوتھے اسے ولایت حاصل ہو یعنی مرید کا ہاتھ پکڑتے ہی اسے خدا رسیدہ بنا دے۔ ولایت یا تو کسی کو دے مرے۔ اگر کوئی لائق نہ ملے۔ تو سب ہمراہ لے جائے۔ جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کئے۔ تو ظہر کی نماز کی اذاں ہوئی۔ آپ اُٹھ کر دولت خانے میں تشریف لے گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ÷

فصل سیزدہم ۱۳

سخن در ذکر درویشی وغیرہ افتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اُس وقت مولانا محمد صوفی۔ خواجہ عزیز درویش ۔ مولانا یحییٰ غریب۔ شیخ بدر الدین غزنوی۔ شیخ جمال الدین ہانسوی۔ شیخ جمال الدین عرف غریب۔ شیخ علاؤ الدین درویش اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ درویشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! درویشی دراصل وہ تھی۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔ کہ اختیار سے فقر قبول کیا۔ اور گودڑی پہنی۔ جب پہنی تو حکم ہوا۔ کہ حجاب عظمت سے لیکر پہلے آسمان تک کے سارے فرشتے گودڑی پہنیں۔ جب سب نے پہنی۔ تو سجدے میں سر رکھ کر عرض کی۔ کہ اے پروردگار! ہمیں مطلع فرمائیں۔ کہ کس کی موافقت سے ہم نے یہ گدڑی پہنی۔ فرمان آیا۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے جو میرا حبیب ہے۔ اور جس نے آج گدڑی پہنی ہے ؛

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم درویشی قبول نہ فرماتے۔ تو درویشی کی برکت اس جہان میں نہ ہوتی۔ اور کوئی زندہ نہ رہتا۔ سب ہلاک ہو جاتے ؛

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ مہتر عیسےٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ کہ دُنیا اور اہلِ دُنیا کس بات کے سہارے قائم ہیں۔ فرمایا۔ درویشوں کے قدموں کی برکت سے۔ اے بیٹے! اگر درویش جہان میں نہ ہوتے یا زمین انہیں قبول نہ کرتی۔ تو دولتمندوں کو میرا قہر نگل جاتا۔ اور سب کو ہلاک کر دیتا ؛

پھر فرمایا۔ کہ اگر صحبت ہے تو یہی درویشوں کی صحبت ہے۔ جب شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے جماعت خانے میں کوئی درویش نہ آتا۔ تو فرماتے کہ آج نعمت مجھ سے لی گئی ہے کہ کوئی درویش نہیں آیا ؛

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر یہ فرمانِ الٰہی سُنایا۔ کہ اے میرے حبیب! جو لوگ فقیروں سے محبت کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے ہیں تو انکے ساتھ دوستی کر۔ اور ان سے مل بیٹھ ؛

پھر فرمایا۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ صابر درویش کی دو رکعت نماز کو شاکر دولتمند کی ستر رکعتوں پر شرف حاصل ہے۔ شاکر دولتمند وہ شخص ہوتا ہے۔ جو اپنا مال و اسباب راہِ خدا میں صرف کرے ؛

پھر فرمایا۔ کہ مہتر سلیمان صلواۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی۔ کہ جب افطار کا وقت ہوتا مسجد کے دروازے پر جا بیٹھتے۔ جو بھوکا درویش ہوتا اُس کے ساتھ ملکر کھانا کھاتے۔ اور پھر واپس جاتے ؛

پھر فرمایا۔ کہ قیامت کے دن درویشوں سے معافی مانگی جائیگی۔ اور دولتمندوں سے حساب لیا جائیگا۔

پھر فرمایا۔ کہ میں نے شیخ اوحد کرمانی کی زبانی سُنا ہے کہ قیامت کے دن درویشوں کو حکم ہوگا۔ کہ ترازوئے صراط کے پاس جا کر ان اشخاص کو اپنے ہمراہ بہشت میں لیجاوٗ۔ جنہوں نے دُنیا میں تم سے نیک سلوک کیا۔

پھر فرمایا۔ کہ قیامت کے دن بعض ایسے آدمی ہونگے جنہوں نے دنیا میں طاعت نماز روزہ وغیرہ سب کچھ کیا ہوگا۔ لیکن دوزخ میں جانے کا حکم ہوگا۔ وہ پوچھینگے۔ کہ ہم نے تو دُنیا میں نیک عمل کئے۔ پھر کیوں دوزخ میں بھیجا جاتا ہے۔ حکم ہوگا۔ کہ تم نے دُنیا میں درویشوں سے روگردانی کی۔ بعض آدمی ایسے ہونگے جنہوں نے دُنیا میں کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ بلکہ گناہ در گناہ کرتے رہے ہیں۔ ان کے لئے بہشت میں جانے کا حکم ہوگا۔ وہ حیران رہجائینگے۔ کہ ہم نے تو کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ پھر کس سبب سے ہمیں بہشت کا حکم ہوا ہے۔ فرمان ہوگا۔ کہ گو تُم نے دُنیا میں گناہ کئے ہیں۔ لیکن تمہارے دلوں میں درویشوں کی محبت تھی اور تم نے ان سے نیک سلوک کیا۔ جسکی برکت سے تمہیں بہشت جانا نصیب ہوا۔ کوئی راحت درویشوں کی محبت سے بڑھ کر نہیں لیکن یہ ہے دشوار کام۔ فاقہ کی رات درویش کے لئے معراج کی رات ہوتی ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ اگر شہروں اور مقاموں میں درویشوں کی برکت نہ ہوتی۔ تو غیر آباد ہو جاتے جو شہر و مقام دُنیا میں آباد ہیں وہ سب درویشوں کی برکت سے ہیں۔

پھر فرمایا۔ کہ مہتر موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ کہ اے موسیٰ! اگر درویشوں کی دُعا نہ ہوتی۔ تو ہم سارے شہروں اور مقاموں کو برباد کر دیتے۔ تمام جہان انہیں کی برکت سے قائم ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ کوئی درویش کسی شہر سے آزردہ دل ہو کر نہیں جانا چاہئے۔ نہیں تو وہ شہر برباد ہو جائے گا۔

پھر فرمایا۔ کہ شیر خاں والی ملتان میرا چنداں معتقد نہ تھا۔ میں نے بہتیری طرح سمجھایا۔ کہ درویشوں سے کینہ رکھنا اچھا نہیں۔ کیونکہ اس سے ملک میں خلل آتا ہے۔ لیکن اس نے پرواہ نہ کی چنانچہ ایک دفعہ مغلوں نے اوچہ پر حملہ کیا جس میں اور کوئی نہ مارا گیا۔ صرف شیر خاں ہی مارا گیا۔ پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

درویش را بشہر نبودے اگر قیام — گشتے سراسر ایں ہمہ عالم خراب حال

پھر فرمایا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شہر۔ مقام یا محلے کو برباد و تباہ کرنا چاہتا ہے یا مصیبت قحط اور وباء میں مبتلاء کرنا چاہتا ہے یا لوگوں کو پریشان اور ابتر کر دیتا ہے۔ تو اس شہر۔ مقام

یا محلے سے مشایخ اور علماء کو اٹھا لینا ہے ۔

پھر فرمایا ۔ کہ ایک مرتبہ لاہور شہر اس طرح خراب ہوا تھا ۔ کہ اس شہر میں ایک بزرگ بدھن نام رہتا تھا ۔ جو تارک الدنیا تھا جس روز مغل لاہور میں آنے والے تھے وہ جامع مسجد میں گیا ۔ اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا ۔ کہ اے مسلمانو! اب ہم اس شہر سے جاتے ہیں کسی نے نہ پوچھا ۔ کہ کیوں جاتے ہو ۔ بلکہ کہا ۔ کہ بہتر ہے ایسا درویش یہاں سے چلا جائے ۔ جب آپ شہر چھوڑ گئے ۔ تو مغلوں نے شہر کو تاخت و تاراج کر دیا ۔ اور لوگوں کو قید کر کے لے گئے ۔

پھر فرمایا ۔ کہ جب شہر سے کوئی درویش یا عالم فوت ہوتا ہے تو فرشتے اسکی موت پر افسوس کرتے ہیں ۔ اور روتے ہیں پس جس شہر میں درویش نہیں اس شہر میں خیر و برکت نہیں ۔

پھر فرمایا ۔ کہ ایک مرتبہ مہتر عیسٰے علیہ السلام ایک درویش کے پاس گئے ۔ جو سویا ہوا تھا اسے جگا کر فرمایا ۔ کہ اٹھ کر اللہ تعالٰے کی عبادت کر ۔ اس نے کہا کہ میں نے اللہ تعالٰے کی ایسی عبادت کی ہے جس سے بڑھ کر کوئی عبادت ہو نہیں سکتی ۔ پوچھا وہ کیا ۔ کہا ۔ دنیا کا ترک کرنا ۔

پھر فرمایا ۔ کہ اے درویش! اللہ تعالٰے نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ۔ کہ عن اللہ تعالی بقلیل من عمل ۔ پھر فرمایا ۔ کہ جو شخص درم و دینار چھوڑے بغیر دنیا سے گذر جائے وہ مسکین ہے اور اس کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ کہ وہ بہشتی ہے ۔

پھر فرمایا ۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سائل نے کچھ مانگا ۔ اس وقت کوئی چیز موجود نہ تھی ۔ سائل محروم چلا گیا ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں خیال آیا ۔ کہ اگر دنیا کی کوئی چیز میرے پاس ہوتی تو سائل محروم نہ جاتا ۔ یہ خیال آتے ہی جبرائیل علیہ السلام نے دین و دنیا کے خزانوں کی چابیاں لا رکھیں ۔ کہ اگر جناب چاہیں تو استعمال کر سکتے ہیں ۔ مسکرا کر فرمایا کہ جس نے اپنے اختیار سے فقیری پسند کی ہو وہ ان خزانوں کو کیا کرے گا ۔

پھر فرمایا ۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے ۔ کہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ ۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے ، تو اس سے یہ مراد ہے کہ صدقہ دو جو آخرت کو تمہارے کام آئے ۔ چنانچہ مثل مشہور ہے ۔ کہ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے ۔

پھر فرمایا ۔ کہ درویشی اس بات کا نام ہے جو شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھی ۔ کہ صبح سے شام تک جو آتا بغیر کچھ کھائے نہ جاتا ۔

پھر فرمایا ۔ کہ ایک درویش شیخ سعید تبریزی نام جو شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر تھے ۔ آپ کے ہاں اکثر فاقہ ہوتا ۔ لیکن کسی سے کوئی چیز نہ لیتے ۔ ایک مرتبہ تین دن تک خانقاہ میں فاقہ رہا ۔ کسی قسم کا کھانا نہ پکا ۔ درویش اور آپ صرف خربوزوں پر گذارہ کرتے رہے ۔ جب یہ خبر والئی شہر نے

سُنی۔ تو کہا کہ شیخ صاحب ہم سے کوئی چیز تو لیتے نہیں۔ ہم کیا کریں۔ یہ کہکر کچھ نقدی بھیجی۔ کہ آپ کے خادم کو دیدینا۔ اور اسے کہنا کہ تھوڑی تھوڑی کر کے خرچ کرے۔ سپاہی نے آکر خادم کو روپیہ دیا۔ اور کہا کہ جیسی مصلحت دیکھو روپیہ خرچ کرو۔ لیکن شیخ صاحب کو اس بات کی اطلاع نہیں۔ خادم آپ سے چھپا نہ سکا آخر کہہ ہی دیا۔ پوچھا کون لایا تھا۔ اور کہاں کہاں اس نے قدم رکھا تھا۔ حکم دیا۔ کہ جہاں جہاں اُس نے قدم رکھا ہے وہاں کی مٹی کھود کر باہر پھینک دو۔ اور خادم کو معہ روپیہ باہر نکال دیا۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ہاں متواتر چھ روز فاقہ رہا ساتویں دن جب تھوڑا کھانا میسر ہوا۔ تو کھانے ہی کو تھے کہ سائل نے آکر کہا۔ کہ میں نے سات روز سے کچھ نہیں کھایا۔ خدا کے نام کچھ دو۔ آپ نے فرزندوں کے آگے سے کھانا اُٹھا اُسے عنایت کیا۔ اور فرمایا۔ کہ اسے سات روز کا فاقہ ہے اور ہمیں چھ روز کا۔ اسے دینا بہتر ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! درویشی اسی کا نام تھا۔ جو آنجناب کو حاصل تھی۔ جب درویش مراقبہ میں سر نیچے کرتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم دیکھ آتا ہے۔ اور جب قدم زنی کرتا ہے تو عرش سے تحت الثریٰ تک پھر آتا ہے۔ یہ درویشوں کا پہلا مرتبہ ہے۔ پھر یہ شعر زبانِ مبارک سے فرمایا ؎

چو درویش در عشق گردد فرود بیک دم سر از عرش بالا کشد

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! عاشقوں کے دل ہر وقت حجاب عظمت کا طواف کرتے ہیں اگر تھوڑی دیر عاشق کا دل اس نعمت سے محروم رہے تو عاشق ناچیز ہو جاتا ہے۔ اُن کے دلوں پر متواتر انوار تجلے اور اسرار الٰہی نازل ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہ ان میں مستغرق رہتے ہیں۔

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کئے۔ تو روکر اندر چلے گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

فصل چہاردہم

سخن در ذکر محبت و عداوت دنیا افتادہ بود

پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا بہاؤالدین بخاری۔ مولانا شہاب الدین غزنوی۔ شیخ برہان الدین ہانسوی۔ مولانا بدرالدین اسحاق اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے۔ محبت اور عداوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! لوگوں کی تین قسمیں ہیں بعض تو ایسے ہیں جو دُنیا سے محبت کرتے ہیں۔ اور ہر وقت اسی کی یاد میں رہتے ہیں۔ اور اسی کی طلب کرتے ہیں ایسے لوگ بہت ہیں بعض ایسے ہیں جو اسے دشمن سمجھتے ہیں۔ اور اس سے محبت نہیں

کرتے بعض ایسے ہیں۔ کہ نہ اسے دوست سمجھتے ہیں نہ دشمن +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! تیسری قسم کے لوگ پہلی دو قسموں سے اچھے ہیں +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک شخص۔ نے رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے پاس آکر دنیا کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ رابعہؒ نے فرمایا۔ صاحب چلے جاؤ۔ پھر میرے پاس نہ آنا۔ کیونکہ تو دنیا کا دوست معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ تو اکثر اُسی کا ذکر کرتا ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ کہرام کے علاقے میں شیخ بدیؒ رہتا تھا۔ جو از حد تارک دنیا تھا۔ چنانچہ کپڑا بھی نہیں پہنا کرتا تھا۔ اگر کوئی شخص اُسکے پاس دنیا یا اہلِ دنیا کا ذکر کرتا۔ تو پھر اسے پاس نہ آنے دیتا اور کہتا کہ تو دنیا کا عاشق ہے۔ اس واسطے کہ جو اپنے معشوق کو دوسرے کے پاس دیکھتا ہے۔ وہ ضرور اس کا ذکر کرتا ہے۔ وہ درویش نماز زیادہ پڑھا کرتا۔ اور کہا کرتا۔ کہ افسوس بہشت بھی اچھی جگہ ہے۔ پر اس میں نماز نہیں۔ اس وقت ایک عزیز نے عرض کی۔ کہ اگر پیر خود دنیا دار ہو۔ اور مریدوں کو ترک دنیا کے واسطے کہے تو۔ فرمایا۔ اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ وعظ و نصیحت صرف کہنے سے اثر نہیں کرتی تا وقتیکہ خود نمونہ بنکر نہ دکھایا جائے +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ بعض لوگ اکثر دنیا کا ذکر کرتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ دنیا کے دوست ہیں چونکہ اپنی معشوقہ کو دوسروں کے ہاتھ دیکھتے ہیں اس واسطے محبت کی زیادتی کی وجہ سے یاد کرتے ہیں۔ اور دن رات اسی کا ذکر اذکار کرتے ہیں +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رابعہ بصریؒ سے پوچھا گیا۔ کہ دنیا کیا ہے۔ اور کن لوگوں کی جگہ ہے۔ فرمایا۔ دنیا مردار ہے۔ اور اسکے طالب کُتے ہیں۔ دنیا کو منافق کے سوا کوئی نہیں طلب کرتا یہ منافقوں کا مقام ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! جب تو کسی درویش کو دنیاوی جاہ و منزلت کی طلب میں دیکھے تو جان لے کہ ابھی وہ گمراہی کے جنگل میں ہے +

پھر فرمایا۔ کہ ابراہیم ادھمؒ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نے مرتبہ کہاں سے پایا۔ فرمایا میں نے دنیا کو تین طلاقیں دیں +

پھر فرمایا۔ کہ جسقدر دنیا سے محبت کریگا۔ اسی قدر آخرت سے دور رہیگا۔ پس مولیٰ اور بندے کے درمیان جو حجاب ہے۔ تو یہی دنیا ہے۔ اور فساد کی جڑ ہے تو یہی ہے۔ چنانچہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ طالب الدنیا لا یکون طالباً للمولیٰ ، دنیا کا طالب مولیٰ کی طرف مائل نہیں ہوتا +

پھر فرمایا - کہ جس چیز کو اللہ تعالے دشمن سمجھتا ہے - تو بھی اسے دشمن سمجھ - اور اس کے پاس بھی نہ پھٹک اور اس کی دوستی یا دشمنی کا ذکر کسی سے بھی نہ کر +

پھر فرمایا - کہ جس روز سے اللہ تعالٰی نے دُنیا کو پیدا کیا ہے - قہر کی وجہ سے اسے دیکھا بھی نہیں پس وہ شخص بہت ہی نادان ہے جو ایسی چیز سے محبت کرے جسے اللہ تعالے دشمن سمجھتا ہے +

پھر فرمایا - کہ جو اللہ تعالے کی طاعت کرتا ہے - دُنیا اُس کی خدمت کرتی ہے اور جو دُنیا کی طاعت کرتا ہے وہ رنج و مصیبت میں مُبتلا ہوتا ہے +

پھر فرمایا - کہ جو شخص جسقدر اللہ تعالے سے غافل ہے اسی قدر دُنیا میں مشغول ہے - پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سُنا ہے - کہ دُنیا میں تین کام سب کاموں سے بہتر ہیں - اول دُنیا کو پہچاننا اور اس سے بچنا - دوسرے حقتعالے کی طاعت کرنا اور ادب ملحوظ رکھنا - تیسرے آخرت کی آرزو کرنا اور اس کی طلب میں کوشش کرنا +

پھر فرمایا کہ اس راہ میں مرد وہی ہے جو ان تینوں باتوں پر عمل کرے - اول دنیا سے بچا رہے - دوسرے مرنے سے پہلے گور کے لئے تیاری کرے - تیسرے حقتعالے کو دیکھنے سے پہلے اسے خوش کرے +

پھر فرمایا - کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے حالات میں لکھتے ہیں - کہ قیامت کے دن دنیا دار دوزخ میں ڈالے جائینگے - نہ اس واسطے کہ انہوں نے کوئی گناہ کیا ہے بلکہ اس واسطے کہ اہلِ دُنیا اور ان سے محبت کرنیوالے انکی بے عزتی دیکھ لیں - اور افسوس کریں +

بعد ازاں فرمایا - کہ ایک مرتبہ غزنی میں میں نے ایک درویش کو دیکھا - جو از حد یاد الٰہی میں مشغول تھا - اُس کے پاس میں چھ مہینے رہا - اس عرصے میں اُس کی زبان سے دنیا کا نام تک نہ سُنا - اگر اتفاقاً کبھی دُنیا کا ذکر کرتا - تو صُبح سے شام تک روتا رہتا - میں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا - کہ تقریباً تیس سال کا عرصہ گذرا ہے - کہ ایک شخص نے آکر میرے پاس دنیا کے بارے میں کچھ کہا - میں نے بھی اس سے موافقت کی - اسی وقت غیب سے آواز آئی - کہ اے فقیر! یا ہماری باتیں ہونگی یا دُنیا کی - سو اُس دن سے لیکر آج تک شرمندگی کے مارے رو رہا ہوں - کہ قیامت کے دن یہ مُنہ کس طرح دکھاؤں گا +

پھر فرمایا - کہ سلوک کے بارے میں لکھا ہے - کہ اکثروا ذکر ھادم النفس وھادم اللذات یعنی لذتوں میں رخنہ انداز اور جانوں کو مٹانیوالی چیز (یعنی موت) کو یاد کرو - جو ہمیشہ موت کو یاد رکھتا ہے اس سے اللہ تعالٰی خوش ہوتا ہے جو شخص جسقدر موت سے غافل ہوگا - اسی قدر دُنیا کا ذکر اس کے دل میں مستحکم ہوگا - اور طاعت اُسکے دل پر گراں گذریگی اور گناہ آسانی سے کریگا +

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ تمام برائیاں ایک گھر میں جمع کی جائیں۔ تو وہ گھر دُنیا سمجھو۔ پس جس کے دل میں دُنیا کی محبت محکم ہے۔ وہ خدا سے دُور ہے۔ جس پر دُنیا تنگ ہے سمجھو کہ وہ اللہ کے نزدیک ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ دُنیا کو ہر روز پانچ مرتبہ ندا آتی ہے۔ کہ اے دُنیا! تو ہمارے دوستوں کے لئے تلخ ہو جا۔ تاکہ وہ تجھے نیک نگاہ سے نہ دیکھیں۔ اور اپنے طالبوں کے لئے میٹھی بن جا۔ تاکہ وہ تیرا ذکر زیادہ کریں۔ اور انہیں مزہ دے تاکہ وہ رنج مصیبت میں پھنسیں۔

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ عبداللہ مبارک ہر وقت تجرید میں رہتے۔ جو آپکے پاس آتا محروم نہ جاتا۔ آپ کی یہ عادت تھی۔ کہ شام کی نماز ادا کر کے مُریدوں کے حُجروں میں پھرتا۔ اگر کھانا یا پانی بطور ذخیرہ اُنکے پاس دیکھتے تو فرماتے۔ کہ یہ محتاج درویشوں کو دیدو۔ اور پانی گرا دو۔ کیونکہ ذخیرہ کرنا درویشی نہیں اور اپنے مُریدوں میں سے جس کو دُنیا کا ذکر کرتے ہُوئے دیکھتے۔ خانقاہ سے باہر نکال دیتے۔ اور پھر اپنے پاس نہ آنے دیتے۔

پھر فرمایا۔ کہ آپکے پاس بہت مال اسباب تھا جب اور مال آتا۔ تو ایک شخص کے حوالے کر دیتے جو محافظ بیت المال تھا۔ کہ تم ہی اس کا حساب رکھو۔ اپنے پاس کبھی نہ آنے دیتے۔ تاکہ دُنیا کے کام میں مشغول نہ ہو جائیں۔ اے درویش! ایک مرتبہ سلطان شمس الدین نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں شرفیوں کی چند تھیلیاں بھیجیں۔ جونہی آدمیوں کو لاتے ہُوئے دیکھا دُور سے فرمایا۔ کہ اسے لیجاؤ۔ اور جا کر کہدو۔ کہ ہم نے تجھے اپنا دوست سمجھا تھا۔ لیکن تو دشمن نکلا۔ کیونکہ تو نے ہمارے پاس وہ چیز بھیجی جسے حقتعالےٰ دشمن سمجھتا ہے۔ اس کی طالب اور بہت ہیں۔ اُن کو دو۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک دُنیا سے تنہائی اختیار کی۔ آپ ترسان میں معتکف ہُوئے۔ اس چالیس سال کے عرصے میں آپ کی غذا صرف سبزی تھی۔ مگر اس عرصے میں جو شخص آپ کی زیارت کو جاتا۔ اسے خادم کہتا۔ کہ خبردار! آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دُنیا کا ذکر نہ کرنا۔ نہیں تو زیارت کی سعادت سے محروم رہیگا۔ الغرض ایک روز اس ولایت کا حاکم آپ کی زیارت کے لئے آیا۔ اور کچھ نقدی لایا۔ اور آداب بجا لا کر بیٹھ گیا۔ اور دُنیا کی بابت کوئی حکایت بیان کی۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ او دشمنِ خدا! تو نے کہاں کا کینہ مجھ سے لیا۔ کہ خدا کے دشمن کو پکڑ کر میرے پاس لایا۔ یہ تو دوستی کی بات نہ تھی جو تو نے کی۔ اسے لیجا اور اپنے طالبوں کو دے۔ یہ فرما کر اپنا بوریا جس پر آپ بیٹھے تھے اُٹھایا اور فرمایا دیکھ! جب نگاہ کی۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ زر و جواہر کی ندی بہ رہی ہے۔ سب ٹکڑے

ہوئے۔ اور سر قدموں پر رکھدئے۔ اور معافی مانگی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جسکے پاس دوست کے اسقدر خزانے ہوں۔ اسے ان مُردار پیسوں کی کیا حاجت ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک شخص خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں اس نیت سے حاضر ہوا کہ خواجہ صاحب مجھے دینار دیں اور جہاں پر خواجہ صاحب بیٹھے ہیں۔ وہاں دودھ کی ندی جاری ہو۔ ابھی وہ دور ہی تھا۔ کہ خواجہ صاحب نے اسکی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ دوست خدا آتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی مخصوص چیز کو طلب کرتے ہیں۔ چونکہ تیرے دل میں یہ خیال ہے اس لئے اس اینٹ کو جس پر تو بیٹھا ہے اُٹھا۔ جب اُس نے اُٹھائی۔ تو نیچے اشرفیوں کا ڈھیر پایا۔ فرمایا۔ اُٹھا لے۔ یہ تیرا ہی حصہ ہے۔ جب اُس نے وہ ڈھیر اٹھا لیا۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ تیری خواہش دودھ چاول کی ہے۔ سو تیرے آگے ہے کھا۔ جب اس نے نگاہ کی۔ تو دیکھا۔ کہ دودھ چاول کی ندی بہ رہی ہے +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین چشتی راہ چل رہے تھے۔ راستے میں ایک مسجد تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک کڑی اوپر لیجانا چاہتے تھے۔ لیکن وہ اور کڑیوں کی نسبت دو گز چھوٹی تھی۔ بیچارے حیران تھے کہ کیا کریں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اوپر چڑھا کر مجھے اطلاع دینا۔ جب اوپر چڑھائی گئی۔ تو آپ نے دیوار پر چڑھ کر اسے کھینچا۔ تو دوسری کڑیوں کی نسبت ایک گز لمبی ہو گئی چنانچہ آج تک اسی طرح دیوار کے باہر ہے +

پھر فرمایا۔ خواجہ یوسف چشتی کے پیر خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہما اکثر عالم تحیر میں رہتے چنانچہ تیس سال تک نہیں سوئے۔ آپ کا مجاہدہ آپ ہی کو حاصل تھا۔ چنانچہ سال یا دو سال تک کچھ نہیں کھایا پیا کرتے تھے۔ اور رات کو اُلٹے نماز ادا کرتے۔ یعنی کنوئیں میں اُلٹے لٹکر نماز ادا کرتے۔ الغرض ایک روز آپ دجلہ کے کنارے بیٹھے ترقہ سی رہے تھے۔ کہ بغداد کا بزرگ زادہ مع اپنے لشکر وہاں پہنچا۔ جب خواجہ صاحب کو دیکھا تو گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اور آکر آداب بجا لا کر بیٹھ گیا اور عرض کی۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کسی کی سلطنت میں کوئی بڑھیا عورت رات کو بھوکی سوئے تو وہ قیامت کے دن اسکی دامنگیر ہو گی۔ اور اپنا انصاف لئے بغیر اسے نہ چھوڑے گی۔ یہ عرض کر کے جو کچھ لایا تھا حاضر خدمت کیا۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ ہمارے خواجگان کی رسم نہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کی مغضوبہ چیز قبول کریں۔ یہ ان کے پاس لے جاؤ۔ جنہیں اُس کی ضرورت ہے۔ پھر ایک درم جو پاس تھا۔ وہ دجلے میں پھینکدیا۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! جو کچھ تو اپنے بندوں کو دکھلاتا ہے۔ اسکو بھی دکھلا۔ اسی وقت مچھلیاں منہ میں اشرفیاں لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئیں۔ جب اس بزرگزادے نے یہ حالت دیکھی۔ تو آداب

بجا لایا۔ اور کہا۔ کہ واقعی مردانِ خدا میں اس قسم کی قوت ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب نے مچھلیوں کو فرمایا۔ کہ میرا درم لاؤ۔ ایک مچھلی نے وہی درم لا دیا۔ فرمایا کہ اے عزیز! جسے اللہ تعالیٰ کے گھر سے اسقدر زر مل سکتا ہے وہ دوسروں کے زر کی کیا احتیاج رکھتا ہے۔ جونہی خواجہ صاحب نے پہلے فوائد ختم کیئے۔ اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک +

فصل پانزدہم

در ذکر حسن عقیدہ مریدان افتادہ بود

پا بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ جمال ہانسوی۔ مولانا نظام الدین بدایونی شمس دبیر۔ مولانا شمس الدین بخاری شیخ بدرالدین غزنوی۔ شیخ نجم الدین سنامی اور خانوادہ چشت کے چند اور درویش حاضر خدمت تھے۔ اور مُریدوں کے حُسنِ عقیدے کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبانِ مُبارک سے فرمایا کہ اے درویش! جس شخص کو اپنے پیر کے حق میں نیک عقیدہ نہیں۔ وہ مُرید ہی نہیں +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ نفلی نماز ادا کر رہے تھے۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کی خاطر آپ کو آواز دی۔ آپ چونکہ نماز میں مشغول تھے جواب نہ دیا۔ جب نماز سے فارغ ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے آواز دی تھی۔ کیا سُنی نہیں تھی۔ عرض کی سُنی تو تھی۔ لیکن میں نماز میں مشغول تھا۔ فرمایا جس وقت رسولِ خدا آواز دیں۔ تو نفلی نماز چھوڑ کر اُسی وقت جواب دو۔ کیونکہ ایسا کرنا نفلی نماز سے بدرجہا بہتر ہے +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک درویش شیخ علی نام سنجری نفلی نماز ادا کر رہا تھا۔ خواجہ صاحب نے اسے آواز دی تو فوراً نماز چھوڑ لبیک کہا۔ شیخ صاحب نے پُوچھا۔ کہ نماز ادا کر کے بعد میں کیوں جواب نہ دیا۔ نماز کیوں چھوڑ دی۔ عرض کی۔ کہ جناب کی آواز کا جواب دینا نفلی نماز سے افضل ہے۔ اس واسطے کہ سلوک میں یُوں ہے۔ کہ جب پیر مرید کو آواز دے اور مرید فوراً جواب دے۔ تو اس ایک سال کی عبادت کا ثواب مرید کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے پس اے مخدوم! کیوں انسان اس ثواب کو مفت ہاتھ سے کھوتے +

پھر فرمایا۔ کہ پیر میں ذاتی قوت اس قسم کی ہونی چاہیئے۔ کہ جب کوئی شخص مُرید ہونے کی نیت سے حاضر خدمت ہو۔ تو اسکے حسن عقیدے کو دیکھے۔ اگر اسے فرمانِ حق میں راسخ نہ پائے تو آہستہ سے کہے۔ کہ ابھی تیرا وقت نہیں آیا۔ واپس چلا جا +

پھر فرمایا۔ کہ مرید جو پیر کی خدمت میں آکر سر زمین پر رکھدیتے ہیں یہ پہلی خُدمت ہے۔ اِس واسطے کہ جو پیر کی خدمت میں ارادت اور بیعت کی نیت سے آتے ہیں۔ اِس ارادت اور بیعت سے مُراد پیر

کی محبت اور عشق ہے۔ سو اس صورت میں زمین پر سر رکھنا سہل خدمت ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ جب تک شیخ میں اس قسم کی ذاتی قوت نہ ہو۔ اسے شیخ نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے کہ خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں۔ کہ جب تک شیخ مرید کے ظاہر و باطن کو نہ دیکھ لے۔ اس کے لئے مرید بنانا واجب نہیں۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ پتھورا کا ایک مسلمان ملازم خلوص دل سے شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں مرید ہونے کی نیت سے حاضر ہوا۔ لیکن شیخ صاحب نے اسے مرید نہ بنایا۔ اس نے جا کر پتھورا کو کہا۔ پتھورا نے آدمی بھیجے کہ آپ اسے مرید کیوں نہیں بناتے فرمایا۔ اس میں تین باتیں پائی جاتی ہیں جو جانیوالی نہیں ہیں۔ کیونکہ اس کی تقدیر میں لکھی ہیں۔ اول یہ کہ یہ شخص کثرت سے گناہ کرے گا۔ دوسرے تمہارا ملازم ہے۔ سو جو شخص بیگانے کے آگے سر جھکاتا ہے ہم اسے کلاہ نہیں دے سکتے۔ تیسرے لوح محفوظ میں میں نے لکھا دیکھا ہے۔ کہ وہ اس جہان سے بے ایمان جائیگا۔ جب پتھورا نے یہ سنا۔ تو ناراض ہوا اور کہا۔ کہ اس درویش نے سارے غیب کی باتیں کہی ہیں اسے کہدو کہ شہر سے نکلجائے۔ جب آپ نے سنا تو مسکرا کر فرمایا۔ کہ تین دن کی مہلت ہے اس عرصے میں یا تو میں نکل جاؤں گا یا پتھورا۔ چنانچہ تیسرے روز محمد شاہ کا لشکر آیا اور پتھورا کو زندہ پکڑ کر لیگئے۔ اور جو شخص مرید ہونے آیا تھا۔ اس نے دریا میں گر کر اپنے تئیں ہلاک کیا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! اب تجھے واضح رہے کہ اگر شیخ یا پیر ناراض ہو۔ تو جہان کو درہم برہم کر سکتا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے۔ کہ میں بیس سال شیخ المشائخ معین الدین کی خدمت میں رہا۔ ان بیس سال کے عرصے میں آپ کو کبھی پر ناراض ہوتے نہیں دیکھا۔ مگر ایک روز۔ وہ بھی اس طرح ہے کہ آپ ایک محلے میں سیدھے چلے جا رہے تھے۔ کہ آپ کے ایک مرید شیخ علی نامی کو ایک شخص نے پکڑا ہوا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ میرا روپیہ دے۔ شیخ صاحب بھی پاس سے گذرے۔ آپ نے اس شخص کو بہتیرا سمجھایا لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ آخر ناراض ہو کر کندھے پر کی چادر زمین پر دے ماری جو اشرفیوں سے پر ہو گئی۔ اسے فرمایا۔ کہ جس قدر تو نے اس سے لینا ہے۔ اسی قدر لے لے۔ زیادہ نہ لینا۔ اس نے طمع کی تو اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ کہا میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ نے دعا کی تو اس کا ہاتھ بھلا چنگا ہو گیا۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز یاروں کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آکر ارادت کے لئے ملتمس ہوا۔ لیکن وہ آیا تھا شیخ کے ارادے سے۔ جب وہ آداب بجا لا کر بیٹھ گیا۔ تو آپ نے اس کی طرف دیکھ کر مسکرا کر فرمایا۔ کہ درویش جب درویشوں کے

پاس آتے ہیں۔ تو صفائی کیلئے آتے ہیں نہ کہ ظلم کرنے کے لئے۔ تم جس نیت سے آئے ہو یا اسے اختیار کرو یا اپنا عقیدہ درست کرو۔ یہ سُن کر وُہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اقرار کیا۔ اور کارد جو ہلاکت کے لئے لایا تھا باہر پھینک کر مرید بنا۔ بعد میں وہ شخص ایسا راسخ الاعتقاد ہوا۔ کہ آپ ہر ایک مشکل کام اُسی کو فرماتے اور وہ بھی دل و جان سے اُس کے سر انجام کرنے میں کوشش کرتا۔ آخر جب وہ کمالیت کے درجے کو پہونچ گیا۔ تو ستائیس حج کئے۔ آخر خانہ کعبہ کے مجاوروں میں اس کا مدفن بنا۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! جس کے نصیب میں ازلی سعادت ہوتی ہے۔ اُس کی یہی حالت ہوتی ہے جیسی کہ اس شخص کی ہوئی۔ کہ وہ نیک عقیدے سے حاضر خدمت نہ ہوا تھا۔ لیکن شیخ صاحب نے اُس کے سینے سے تمام کدورتوں کو صاف کر دیا۔ تبھی اس نے اُٹھ کر اقرار کیا اور آداب بجا لا کر عرض کی۔ کہ اب میری طرف سے صفائی ہے۔ اسی وقت مرید بنا۔ اور شرف بیعت سے مشرف ہُوا۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک شخص میرے پاس آیا۔ اس سے میں نے سُنا کہ مرید کو سارے کاموں میں راسخ ہونا چاہئے۔ نہیں تو قیامت کے دن وہ شرمندہ ہو گا۔

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے حالات میں بادشاہوں کے حسن عقیدے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ایک شہزادہ جو راسخ الاعتقاد و صالح اور صاحب کشف تھا منظر میں بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں سے اُس کی نگاہ نیچے پڑ سکتی تھی۔ اُسکے ہمراہ اس کی بیوی بھی بیٹھی تھی جب اُس کی نگاہ بارگاہ کے حبشی پر پڑی۔ تو پھر دیر تک آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر نیچے کی طرف دیکھا پھر دیر تک آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اپنی بیوی کی طرف دیکھ کر رو دیا۔ اُس کی بیوی نے جب یہ ماجرا دیکھا۔ تو وجہ پوچھی۔ شاہزادے نے کہا جانے دو۔ یہ کہنے والی بات نہیں جب بیوی نے بہت منت و سماجت کی۔ تو شہزادے نے کہا۔ کہ جب میری نگاہ لوح محفوظ پر پڑی تو دیکھا کہ میرا نام زندوں سے کٹ گیا ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ اب مجھے جانا ہے پھر دیکھا کہ میری جگہ کون ہو گا۔ تو دیکھا کہ وہ حبشی جو نیچے کھڑا ہے وہ میرا جانشین ہو گا۔ اور تو اُسکے نکاح میں آئیگی۔ جب اُس کی بیوی نے یہ سُنا تو پُوچھا۔ کہ اب کیا کرو گے۔ کہا۔ کرنا کیا ہے۔ جو رضائے الٰہی ہے ہو کر رہیگی۔ پھر حبشی کو بلا کر اپنے کپڑے پہنائے۔ اور اسے اپنا ولیعہد بنایا۔ اور لشکر دیکر دشمن کے مقابلے میں بھیجا۔ اور امرار اور بادشاہ اس کے ساتھ روانہ کئے۔ وہ حسب الحکم روانہ ہوا۔ اور دشمن کو مع مال و اسباب پکڑ کر حاضر خدمت کیا۔ پس رات وہ آیا۔ دوسرے روز بادشاہ فوت ہو گیا۔ حبشی نے لشکر کشی کے عرصے میں لوگوں سے نہایت نیک سلوک کیا تھا۔ اس لئے سارے اُس کے مطیع ہو گئے۔ جب بادشاہ مر گیا تو ملک اسے مل گیا۔ اور بادشاہ کی بیوی سے بھی شادی کر لی۔

پھر فرمایا۔ کہ جب حضرتِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا سے رحلت فرمائی۔ تو کئی ہزار

مسلمان مرتد ہوگئے اور اُنہوں نے امیر المومنین ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرضی بھیجی۔ کہ زکوٰۃ معاف کی جائے ورنہ ہم اسلام پر قائم نہیں رہینگے۔ آپ نے یاروں سے مشورہ کیا۔ بعض نے کہا۔ اگر خلیفہ صاحب ان سے نرمی کریں اور زکوٰۃ معاف کر دیں تو بہتر ہوگا۔ آپ نے تلوار سونت کر فرمایا۔ کہ اگر حقتعالےٰ کے حق سے عقال (جس سے اُونٹ کا گھٹنا باندھتے ہیں) بھر بھی کم دینگے۔ تو اس تلوار سے ان سے جنگ کروں گا۔ جب یہ خبر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے سنی۔ تو فرمایا۔ کہ بہت اچھا کہا ہے۔ اگر زکوٰۃ معاف کر دیتے۔ تو اسی طرح ہوتے ہوتے سارے احکام شرعی اُٹھ جاتے۔

پھر شیخ الاسلام نے مولانا نظام الدین بداؤنی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ میرے پاس بہت سے درویش آکر مرید ہوئے۔ لیکن جب چلے گئے تو انکی محبت ویسی نہ رہی۔ مگر مولانا نظام الدین جب سے میرے مرید ہوئے ہیں۔ اُنکے مزاج و نیت میں ذرا تغیر نہیں آیا۔ ان کی محبت انشاء اللہ تعالیٰ ذرہ بھر کم نہ ہوگی۔ مولانا اُٹھ کر آداب بجالائے۔ اسی روز آپ کو خاص خرقہ اور سیاہ گوڈری عنایت ہوئی۔ اور فرمایا۔ کہ میرے مریدوں میں سے مولانا نظام الدین عالمگیر ہیں۔ اور مولانا کے مُرید آخر تک رہینگے۔ اور تمام جہان میں پھیل جائینگے۔

شیخ الاسلام نے جب یہ فوائد ختم کئے۔ تو اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اور اَور لوگ واپس چلے آئے۔ مولانا نظام الدین بھی جماعت خانہ میں رہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

فصلِ شانزدہم

سخن در ذکر بوسیدن دست بزرگان افتادہ بود

جب پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو اُس وقت مولانا نظام الدین بداؤنی۔ مولانا یحییٰ غریب۔ شیخ برہان الدین غریب ہانسوی۔ شیخ بدر الدین غزنوی اور اَور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک دوسرے کا ہاتھ چومنا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کی سُنت ہے۔ جو شخص تعظیماً مشائخ کے دست مُبارک کو بوسہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے گناہ سے اس طرح پاک کر دیتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک درویش اور مشائخ ایک دوسرے کا ہاتھ اس واسطے چومتے ہیں۔ کہ شاید کسی مغفور کا ہاتھ ہاتھ میں آجائے۔ جس سے بخشے جائیں۔

پھر فرمایا۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی۔ کہ جب کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرنا چاہتا یا سلام کرنا چاہتا تو آنجناب پہلے ہی اسے سلام کرتے اور مصافحہ کرتے۔

پھر فرمایا۔ کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بہتیری مرتبہ چاہا۔ کہ پہلے میں سلام

کروں یا مصافحہ کروں لیکن میسر نہ ہوا۔

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی۔ کہ جب کبھی کسی محلے یا مجمع میں سے گذرتے جب تک سب کے ہاتھ کو بوسہ نہ دے لیتے آگے نہ گذرتے۔ اور سب کے دعائے خیر طلب کرتے۔

پھر فرمایا۔ کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں اور مصافحہ کر کے ہاتھ ملاتے ہیں تو انکے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں۔ جیسے درخت سے پتے موسم خزاں میں جھڑتے ہیں۔

پھر فرمایا۔ کہ بندگوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں دین و دنیا کی خیر و برکت ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا۔ فرمایا۔ جو کچھ میں نے دُنیا میں کیا تھا۔ سب میرے روبرو لایا گیا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا۔ کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ اتنے میں حکم ہوا۔ کہ اس نے فلاں روز دمشق کی مسجد میں خواجہ شریف حاجی کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ جس کی برکت سے اسے معاف کیا جاتا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ قیامت کے دن کئی گنہگار صرف ہاتھ چومنے کی وجہ سے بخشے جائینگے۔ اور دوزخ سے نجات پائینگے۔

پھر فرمایا۔ کہ یوسف حجاج سے وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا۔ کہ تیری کیا حالت ہے۔ کہا ہلاکت کے مقام میں ہوں۔ لیکن اُمید ہے کہ بخشا جاؤں گا۔ پوچھا کس نیکی کی وجہ سے۔ تجھے اُمید ہے۔ کہا۔ کہتے ہیں کہ فلاں مجلس میں تو نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک کو عزت سے بوسہ دیا تھا۔ تجھے ہم اس کام کے عوض بخش دینگے۔

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز جامع مسجد سے نکلتے۔ تو آپکے اصحاب حلقہ بنا لیتے اور آپ کا دستِ مبارک لٹکا رہتا۔ جو آتا دستِ مبارک کو بوسہ دیکر چلا جاتا۔

پھر فرمایا۔ کہ آثار اولیاء میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک بزرگ قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص کسی شیخ یا بزرگ کے ہاتھ کو بوسہ دیگا وہ ضرور بخشا جائیگا۔ اس واسطے کہ مشائخ کا ہاتھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک ہے جو مشائخ کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستِ مُبارک پکڑتا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ جب امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں بیٹھے ہوتے۔ تو جب کوئی آتا۔ آپ اُٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے اور جب روانہ ہوتا تو بھی اُٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! حضرت داؤد علیہ السلام جب مسندِ حکومت پر بیٹھتے۔ اور عدل و انصاف کے لئے لوگ آتے۔ تو آپ مظلوموں کی داد رسی کرتے اور بنی اسرائیل میں کا جو بزرگ آتا خود مسند

سے اُٹھ کر اس کا ہاتھ چومتے۔ پھر بیٹھکر آسمان کی طرف مُنہ کرکے کہتے۔ کہ اے پروردگار! انکے ہاتھ کی برکت تو عنایت کی ہے اب اپنی پناہ بھی مرحمت کر۔ پس اے درویش! اگرچہ تمام انبیاء معصوم تھے۔ پھر بھی اپنے بارے میں خیر و برکت طلب کرتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ انکے ہاتھ کو بوسہ دینے کی برکت سے ہمیں بخش +

پھر فرمایا۔ کہ جس روز حضرت یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ راستے میں کھڑے ہوئے۔ ہر آنے جانے والے کے ہاتھ کو بڑی تعظیم و تکریم سے بوسہ دیتے۔ وجہ دریافت کی گئی۔ تو فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کے بزرگوں کی دست بوسی کی برکت سے اللہ تعالے نے ملاقات عنایت فرمائی ہے +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! خواجہ کائینات صلے اللہ علیہ وسلم ہر صبح ایک بڑھیا کے پاس جاکر فرماتے۔ کہ بڑھیا! محمدؐ کے حق میں دعائے خیر کرنا۔ حالانکہ تمام موجودات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ آنجناب صلعم ہی کی محبت کی وجہ سے پیدا کیا۔ جبکہ سرور کائناتؐ دعائے خیر طلب کرتے ہیں تو ہم لوگوں کو توضرور ہی بزرگوں کی دست بوسی سے خیریت طلب کرنی چاہیئے +

پھر فرمایا۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کبھی راستہ چلتے اور کسی بوڑھے آدمی سے ملاقات ہوتی۔ تو اس سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتے۔ کیونکہ آنجنابؐ سفید بالوں کی بڑی عزت و حرمت فرمایا کرتے تھے۔ اور جب وہ شیخ آنحضرتؐ کے دستِ مبارک کو بوسہ دینے لگتا۔ تو پہلے آنجنابؐ بوسہ دیتے +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک جوان نشے میں بدمست گلی میں سے جارہا تھا۔ جب اُس نے خواجہ ابراہیم ادھمؒ کو آتے ہوئے دیکھا۔ تو فوراً سر قدموں پر رکھدیا۔ اور پھر بڑی تعظیم و تکریم سے آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔ اسی رات اس جوان نے خواب میں دیکھا۔ کہ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ تعجب کرنے لگا۔ کہ میں ایسا گنہگار اور مجھے یہ نعمت۔ آواز آئی۔ کہ فی الواقعہ ایسا ہی ہے لیکن تو نے آج میرے دوست کے ہاتھ کو بوسہ دیا ہے۔ اِس لئے تجھے بخشدیا گیا ہے۔ جب وہ جاگا تو خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی +

پھر فرمایا۔ کہ جب حقتعالے کی عنایت شامل حال ہوتی ہے۔ تو ہزاروں گنہگار ذرہ بھر رحمت کے سبب عذاب دوزخ سے خلاصی پاجاتے ہیں +

پھر فرمایا۔ کہ جب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں۔ تو ہزاروں رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور جب وہ دست بوسی سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ تمام رحمتیں اُن پر نثار ہوتی ہیں +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! سلوک میں آیا ہے۔ کہ اہل تصوف اپنے جماعت خانے میں بیٹھے اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ کوئی آئے اور ہمیں اُسکی دست بوسی حاصل ہو۔ خواہ وہ تلاوت اور یادِ حق میں ہی کیوں نہ مشغول ہوں ؞

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز جب سجادے پر بیٹھ کر یادِ حق میں مشغول ہوتے اور کوئی آجاتا۔ تو چھوڑ چھاڑ اس سے باتیں کرنے لگتے۔ اور باتوں ہی میں جس حاجت کے لئے آتا پوری کرتے۔ جب وہ واپس چلا جاتا۔ تو آپ تلاوت میں مشغول ہوتے ؞

بعد ازاں فرمایا۔ کہ صاحب سجادہ بزرگوں کو واجب ہے۔ کہ خواہ تلاوت میں مشغول ہوں۔ جب کوئی آئے تو تلاوت چھوڑ کر اس میں مشغول ہو جائیں۔ اس واسطے کہ مذہب سلوک کے بموجب حاجتمندوں کی حاجت روائی ورد و وظائف سے افضل ہے۔ کیونکہ حاجت روائی کا ثواب ایک سال کی عبادت کا سا ہوتا ہے ؞

پھر فرمایا۔ کہ ایک روز ابو سعید مکہ کے کسی بزرگ کے ہاں کسی ضرورت کے لئے گئے اس وقت وہ ورد میں مشغول تھا۔ آپ ناکام واپس آئے۔ جب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے تو غمگین اور اُداس تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نور رسالت سے معلوم کر کے فرمایا کہ کیوں غمگین ہو۔ عرض کی یا رسول اللہ! فلاں بزرگ کے متعلق میرا کچھ کام تھا۔ سو جب میں گیا۔ تو وہ ورد میں مشغول تھا اس لئے مجھے ناکام واپس آنا پڑا۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا۔ کہ اس پر واجب تھا۔ کہ حاجتمندوں کے کام میں مشغول ہوتا۔ انصاف کا اقتضاء تو یہ تھا۔ کہ ورد چھوڑ کر تیرا کام سرانجام کرتا۔ اور سرانجام کر کے پھر ورد میں مشغول ہوتا ؞

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! جس وقت خواجہ شبلی رحؒ تلاوت میں مشغول ہوتے۔ اور کوئی آ جاتا تو آپ فوراً اُٹھ کر اُس کی دست بوسی کرتے اور اس میں مشغول ہو جاتے۔ جب تک بیٹھا رہتا اس سے باتیں کرتے رہتے۔ جب چلا جاتا۔ تو پھر یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے ؞

بعد ازاں فرمایا۔ کہ خواجہ شمعون محب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ دل کیسا ہو گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا عرش ضروری کام کے لئے دروازے اُس کے پر آئے۔ اور وہ اُسکی حاجت روائی میں مشغول نہ ہو۔ عرش سے آپ کی مراد دل تھی۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ قلب المومن عرش اللہ تعالےٰ یعنی مومن کا دل اللہ تعالےٰ کا عرش ہے ؞

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین علیہ الرحمۃ والغفران ملتان کی طرف گیا۔ تو جب اجودہن پہنچا۔ تو میری زیارت کے لئے آیا اور خدمت کی شرائط بجا لا کر واپس چلا گیا ؞

پھر فرمایا۔ کہ جب میں لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ آگیا۔ تو تنہائی اختیار کرنی چاہی پھر دل

میں خیال آیا۔ کہ خواجگان نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ان کا طریقہ یہ تھا۔ کہ سب سے مصافحہ کرتے تھے۔ سوئیں چھت پر ہو بیٹھتا اور دونوں ہاتھ نیچے لٹکا دیتا۔ لوگ اگر ہاتھ کو بوسہ دئے جاتے تھے۔ اور مصافحہ کر جاتے۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے ہر روز تقریباً دس کرتے پھٹ جاتے۔ جو لوگ بطور تبرک لے جاتے مجھے اُن کے حُسن عقیدے پر تعجب آتا۔ کہ دیکھو کیسے راسخ الاعتقاد ہیں۔ جمعہ کے دن نماز پڑھ کر واپس آتا۔ تو لوگوں کی بھیڑ سے تنگ آجاتا۔ چنانچہ ایک جمعہ کو فراش نے میرا پاؤں کھینچا تاکہ بوسہ دے۔ یہ بات مجھے ناگوار گذری۔ اس نے کہا شیخ فرید! اس بات کا شکریہ ادا کرو۔ کہ آپ جیسے لاکھوں آپ کی پابوسی کے خواہشمند ہیں۔ اس کی بات مجھے بہت پسند آئی +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں عزیز ہے۔ وہ خلقت میں بھی عزیز ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ مَیں نے ایک مرتبہ اپنے پیر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا۔ کہ میں خانہ کعبہ کا طواف ایک بزرگ کے ہمراہ کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک اور شخص نے آکر سلام کیا۔ تو وہ بزرگ اس سے باتیں کرنے لگا۔ مجھے تعجب ہُوا۔ کہ ایسا کرنا واجب نہ تھا۔ فوراً مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ مَیں نے سُنا ہے۔ کہ ایک مرتبہ جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا سو مَیں نے بھی ویسا ہی کیا ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ میں ہفتے یا دو ہفتے بعد پیر کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ برخلاف اسکے شیخ بدرالدین غزنوی اور دوسرے عزیز ہمیشہ حاضر خدمت رہتے۔ جب میرے پیر کی وفات کا وقت نزدیک آگیا۔ تو اس وقت ایک بزرگ کو آپ کی جانشینی کی بڑی آرزو تھی۔ مگر آپ نے مرتے دم فرمایا۔ کہ یہ عصا اور نعلین چوبی اور جامہ شیخ فرید (مجھ کو) کو دینا۔ الغرض جس رات آپ کا انتقال ہونیوالا تھا۔ مَیں نے ہانسی میں خواب میں دیکھا۔ کہ آپ کو بارگاہِ الٰہی میں لئے جا رہے ہیں۔ صبح میں ہانسی سے روانہ ہُوا۔ اور چوتھے روز شہر دہلی میں پہنچ گیا۔ قاضی حمید الدین ناگوری رح نے وہ جامہ، عصا اور چوبی نعلین مجھے دئے۔ مَیں نے دوگانہ ادا کر کے پہن لئے۔ اور خواجہ صاحب کے مکان پر تین روز ٹھیرا۔ پھر وہاں سے ہانسی کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں سے آنے کی وجہ یہ ہُوئی۔ کہ سرہنگا نام ایک آدمی ہانسی سے میری زیارت کے لئے اجودھن آیا۔ تین روز تک خانقاہ میں آتا رہا۔ لیکن دربان نے اندر نہ آنے دیا۔ جب میں باہر نکلا تو اس نے قدموں پر سر رکھدیا۔ اور رو دیا۔ مَیں نے پوچھا۔ کیوں سرہنگا روتے کیوں ہو۔ کہا۔ کہ ہانسی میں آپ کی زیارت آسانی سے ہو جاتی تھی۔ اب دشوار ہو گئی ہے۔ اُسی وقت مَیں نے یاروں کو کہا۔ کہ مَیں ہانسی جاؤنگا۔ انہوں نے کہا۔ کہ خواجہ قطب الدین رح نے آپ کو یہاں ٹھیرنے کا حکم کیا تھا۔ آپ کیوں جاتے ہیں۔ مَیں نے کہا۔ کہ خواجہ صاحب نے جو نعمت مجھے عطا کی ہے وہ جنگل و شہر میں یکساں ہے +

بعد ازاں فرمایا کہ اس حکایت سے مقصود یہ ہے۔ کہ ہر حال میں بزرگوں کی دست بوسی کرنی چاہئے۔ شاید کسی کی دست بوسی سے نجات حاصل ہو جائے +

شیخ الاسلام یہ فوائد ختم کرتے ہی اندر چلے گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے الحمد للہ علےٰ ذالک +

فصل ہفدہم

سخن در ذکر طائفہ رفتہ بُود کہ در ذکر حق مستغرق باشند

جب پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو اس وقت مولانا بدرالدین غزنوی۔ مولانا نظام الدین بدایونی مولانا یحییٰ۔ شیخ جمال الدین ہانسوی اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ جو یادِ حق میں مستغرق رہتے ہیں۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! تصوف کے مذہب سلوک کے مطابق وہ شخص صوفی اور سالک ہی نہیں۔ جو یاد حق میں نہیں۔ اس واسطے کہ جس دم وہ یادِ الٰہی سے غافل رہتا ہے۔ اسے کیا معلوم ہے کہ اس وقت اس سے کیسی کیسی نعمتیں ہٹائی گئی ہیں اس لئے جہانتک ہو سکے۔ یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہئے +

پھر فرمایا۔ کہ جو لوگ ہر وقت یادِ الٰہی میں متغرق رہتے ہیں۔ اگر استغراق کی حالت میں اُن کے سر پر ہزار تلوار بھی چلائی جائے۔ تو بھی انہیں خبر نہیں ہوتی +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے ایک درویش سے درخواست کی۔ کہ جب آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوں۔ تو میرے حق میں بھی دُعا کرنا۔ فرمایا۔ افسوس اس گھڑی پر جب یادِ حق میں تو مجھے یاد آئے اور میں یادِ الٰہی سے غافل ہو جاؤں +

پھر فرمایا۔ کہ جب خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یادِ حق میں متغرق ہوتے۔ تو عالم تحیر میں اس طرح مشغول ہوتے۔ کہ سال سال دو دو سال تک آپ اسی عالم تحیر میں رہتے۔ اور اپنے آپ کی خبر تک نہ ہوتی +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز یادِ حق میں مشغول تھے۔ عالم بالا اس وقت جنر تھا۔ کہ یہ بلا ہم خلقت پر نازل کرنا چاہتے ہیں۔ اتنے میں آپ کے ایک مرید نے آ کر کہا۔ کہ والی شہر مجھے شہر سے باہر نکال دینا چاہتا ہے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا وہ اس وقت کہاں ہے؟ کہا۔ شکار کو گیا ہے۔ فرمایا اس نے خطا کی ہے۔ اگر وہ زندہ اور سلامت آ گیا۔ تو بڑے تعجب کی بات ہو گی۔ جونہی خواجہ صاحب کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے۔ سُنا گیا۔ کہ وہاں کا والی گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب صاحبِ حال یادِ الٰہی میں مستغرق ہوتا ہے۔ تو مصیبت و نعمت دونوں اسکے سامنے موجود ہوتی ہیں جس کے نصیب میں نعمت ہوتی ہے اسے نعمت دیتے ہیں۔ اور جس کے نصیب میں مصیبت ہوتی ہے اسے مصیبت دیتے ہیں۔ پس اسے درویش! عقلمند وہ شخص ہے کہ جب وہ مستغرق ہوں تو ان کا مزاحم نہ ہو۔ کیونکہ کون جانتا ہے۔ کہ اُن کی زبان سے کیا نکل جائیگا ؎

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جس وقت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اپنے وقت میں حاضر ہوتے تو ذکر بہت کرتے اور جب حالت زیادہ ہو جاتی۔ تو ایک رات دن تک مصلے پر بیہوش پڑے رہتے اور اپنے آپ کی کوئی خبر نہ ہوتی ؎

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اہلِ تصوف صرف اسی دل کو زندہ سمجھتے ہیں جو یادِ حق میں مستغرق ہو اور ایک دم بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو ؎

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ کوئی واصل ذکرِ حق سے غافل ہو گیا۔ تو اس شہر میں آواز پھیل گئی۔ کہ فلاں صوفی جہان میں زندہ نہیں رہا۔ مر گیا ہے۔ شہر کے لوگوں نے اسکے گھر پر آکر جب حال دریافت کیا۔ تو اسے زندہ پایا۔ واپس چلنے لگے۔ تو پاس بلا کر کہا۔ کہ واقعی وہ آواز ٹھیک تھی۔ اس واسطے کہ میں ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ لیکن آج ایک گھڑی غافل ہو گیا ہوں۔ اسی لئے آواز دی گئی ہے کہ فلاں بن فلاں نہیں رہا ؎

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ان لوگوں کے دل جو یادِ الٰہی سے غافل ہیں مُردہ ہیں۔ اس واسطے کہ اہلِ تصوف اس دل کو جو یادِ الٰہی سے غافل ہو۔ زندہ شمار نہیں کرتے۔ ان کا قول ہے۔ کہ جو دل زندہ ہے وہ کبھی یادِ حق سے غافل نہیں ہوتا ؎

پھر فرمایا۔ کہ ایک بزرگ پر جب حالت طاری ہوتی تو ایسا مستغرق ہو جاتا۔ کہ اگر اس حالت میں اسے ذرہ ذرہ بھی کر دیں تو بھی اسے خبر نہ ہو۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جب ملجم بدبخت نے عہد کر لیا کہ میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو ہلاک کروں گا۔ تو ہر ایک نے اُسے کہا۔ کہ تو کیا اگر تیرے جیسے ہزار بھی ہوں۔ تو بھی امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو ہلاک نہیں کر سکتے۔ ہاں اس وقت تو کر سکتا ہے جبکہ آنجناب نماز میں یا یادِ حق میں مشغول ہوں۔ کیونکہ اس وقت آپ حضورِ حق میں اسقدر مستغرق ہوتے ہیں۔ کہ آپ کو اپنے آپ کی ذرہ خبر نہیں ہوتی۔ ایک روز آپ نماز میں مشغول تھے اور حضورِ حق میں ایسے مستغرق تھے۔ کہ آپ کو اپنے آپ کی کوئی خبر نہ تھی۔ ملجم بدبخت نے آکر دائیں طرف ہو کر تلوار کا وار کیا۔ اور شکم مبارک زخمی کیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو اپنے تئیں خون میں آلودہ دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے۔ کسی نے کہا۔ کہ آپ نماز میں مشغول تھے۔ کہ ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا۔ فرمایا الحمد للہ ایسے وقت میں وار کیا۔ کہ میں ذکرِ حق میں تھا۔ اور مجھے اپنے آپ کی خبر نہ تھی ؎

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ لاہور میں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو یادِ الٰہی میں مستغرق ہوتا۔ تو اٹھ کر بازار آتا۔ اور کسی گرم تنور میں جس میں روٹیاں لگی ہوتیں جا کر بیٹھ جاتا۔ اور دیر بعد وہاں سے نکل کر چلا آتا۔ مگر جلنے کا کوئی نشان بدن مبارک پر نہ ہوتا۔ شیخ الاسلام یہ فوائد کرتے ہی اندر تشریف لے گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

فصل ہژدہم

سخن در ذکر علماء و مشائخ و خدمت کردن اُفتادہ بود

جب پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس وقت شیخ بدرالدین غزنوی۔ مولانا نظام الدین بدایونی۔ شیخ جمال الدین ہانسوی اور اور درویش حاضر خدمت تھے۔ علماء اور مشائخ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ من احب العلم والعلماء لم یکتب خطیئۃ۔ یعنی جو شخص علم اور علماء سے محبت کرتا ہے۔ اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا ؛

پھر فرمایا۔ کہ سچی محبت اُنکی پیروی ہے۔ جب کوئی ان سے محبت کریگا۔ تو ضرور اُن کی متابعت کریگا۔ اور ناشائستہ حرکات سے باز رہیگا۔ اور جب یہ حالت ہوگی۔ تو اُس کا گناہ نہیں لکھا جائیگا ؛

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ کوئی شخص روانہ ہوا۔ کہ دہلی جا کر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں توبہ کرے۔ اثنائے راہ میں ایک رنڈی اُسکے ہمراہ ہو لی۔ جو یہ چاہتی تھی۔ کہ کسی طرح اس مرد سے تعلق ہو جائے۔ چونکہ مرد کی نیت صادق تھی۔ اُسکی طرف توجہ بھی نہ کی۔ آخر ایک منزل میں جب وہ ایک ہی کجاوے میں سوار ہوئے۔ تو وہ عورت اُسکے پاس بیٹھ گئی۔ اور کوئی پردہ یا مزاحم بیچ میں نہ تھا۔ شاید مرد نے اُس سے کوئی بات کی یا ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت دیکھا۔ کہ ایک مرد نے آکر اُسکے منہ پر چھپڑ مارا۔ اور کہا کہ فلاں پیر کی خدمت میں توبہ کی نیت سے جاتا ہے اور پھر ایسی حرکات کرتا ہے۔ اُس نے فوراً توبہ کی۔ اور اس عورت کی طرف پھر دیکھا تک نہیں۔ جب وہ خواجہ قطب الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو پہلے ہی آپ نے فرمایا۔ کہ اس روز اللہ تعالےٰ نے تجھے بڑا بچایا ؛

پھر فرمایا۔ کہ اسی طرح ایک آدمی مرید ہونے کی نیت سے دہلی سے اجودھن میرے پاس آرہا تھا۔ کہ رستے میں ایک عورت سے دست درازی کرنی چاہی۔ اسی وقت غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا۔ اور اُس کے چہرے پر چھپڑ مار کر کہا۔ کہ تو مُرید ہونے کی نیت سے جا رہا ہے۔ اور فعل ایسے کرتا ہے الغرض جب وہ میرے پاس آیا۔ تو میں نے کہا۔ کہ دیکھ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس معصیت سے کیسے بچایا ؛

پھر فرمایا۔ کہ علماء اور مشائخ کی دوستی رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دوستی ہے۔ پس اسے

درویش! جو شخص سات روز خلوص دل سے علماء کی خدمت کرتا ہے۔ گویا سات ہزار سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے ✤

پھر فرمایا۔ کہ ابلیس لعین سب کو دھوکہ اور فریب دے جاتا ہے لیکن علماء اور مشائخ کو نہیں دے سکتا۔ اس واسطے کہ علماء اور مشائخ کی دوستی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ✤

پھر فرمایا۔ کہ جس دل میں علماء اور مشائخ کی محبت ہو۔ اسکے خرمن گناہ کو انکی محبت کا ایک ذرہ جلا کر ناچیز کر دیتا ہے ✤

پھر فرمایا۔ کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور مشائخ اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ ہیں۔ اگر علماء اور مشائخ کی برکت جہان میں نہ ہوتی۔ تو لوگوں کی شامت اعمال کی وجہ سے ہر روز ہزاروں بلائیں نازل ہوا کریں۔ پس اے درویش! رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سے انہیں دو گروہوں یعنی علماء اور مشائخ پر فخر کیا ہے۔ کیونکہ وہ دین کے ستون ہیں۔ پس جو ان کا ہو رہتا ہے۔ وہ عذاب قیامت سے رہائی پا جاتا ہے ✤

پھر فرمایا۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایک عالم فقیہہ ہزار ایسے عابدوں سے افضل ہے جو رات کو جاگیں اور دن کو روزہ رکھیں۔ عالم کی ایک دن کی عبادت اس عابد کی چالیس سالہ عبادت کے برابر ہے۔ جو عالم نہ ہو ✤

پھر فرمایا۔ کہ جب عالم یا شیخ فوت ہو جاتا ہے تو جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ اسکے پیش کیا جاتا ہے۔ اس واسطے کہ اہل زمین کی زندگی علماء اور مشائخ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ پس اس شہر پر ہزار افسوس ہے جس میں علماء اور مشائخ نہ ہوں ✤

پھر فرمایا۔ کہ جب بلائیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔ تو اس شہر پر کم نازل ہوتی ہیں جس میں علماء اور مشائخ ہوں ✤

شیخ الاسلام یہ فوائد ختم کرتے ہی اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اور تلاوت میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور اَور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علے ذالک ✤

فصل نوزدہم [19]

سخن در امساک باراں افتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت مولانا نظام الدین بدایونی۔ مولانا بدرالدین غزنوی شیخ جمال الدین ہانسوی اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبانِ مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ بارش کی قلت لوگوں کی شامتِ اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے ✤

پھر فرمایا۔ کہ جب ایسی صورت ہو۔ تو لوگوں کو صدقہ دینا چاہیئے۔ اور دُعا اور عبادت میں مشغول ہونا چاہیئے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ اُنکی دعا اور عبادت کی برکت سے مینہ برسائے۔ ایک مرتبہ بارش کی قلت کی وجہ سے کھیتیاں خشک ہو گئیں۔ اور لوگ ہلاک ہونے لگے۔ سب نے جمع ہو کر خواجہ ذوالنون مصری کی خدمت میں دعائے باراں کے لئے عرض کی۔ فرمایا۔ کہ نماز گاہ میں جمع ہو۔ جب لوگ اکٹھے ہوئے۔ تو آپ نے منبر پر چڑھ کر دعائے باراں پڑھی۔ اور آسمان کی طرف مُنہ کر کے کہا۔ کہ اے پروردگار! اگر اس مجمع میں کسی کا قدم مبارک ہے تو بارش بھیج۔ خواجہ صاحب کا یہ کہنا ہی تھا کہ اسقدر بارش ہوئی۔ کہ سات روز تک پانی کم نہ ہُوا ؛

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ اسی طرح دلی میں بارش کی قلت تھی۔ لوگوں نے شیخ نظام الدین ابوالمویدؒ سے دعائے باراں کیلئے التماس کی۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر دعائے باراں پڑھی۔ اور پھر آسمان کی طرف مُنہ کر کے کہا۔ کہ اے پروردگار! اگر تو بارش نہیں بھیجے گا۔ تو میں پھر کسی آبادی میں نہیں رہوں گا۔ کہیں جنگل میں نکلجاؤں گا۔ یہ کہکر منبر سے اُتر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسقدر مینہ برسایا کہ جس کی کوئی حد نہ رہی ؛

بعد ازاں جب آپ کی خواجہ قطب الدین سے ملاقات ہوئی۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ہمیں تو آپکے حق میں بڑا اعتقاد تھا۔ کہ آپ کو حقتعالےٰ سے نیاز ہے۔ لیکن یہ کیسے فرمایا۔ کہ اگر تو بارش نہیں بھیجیگا۔ تو میں آبادی میں نہیں رہوں گا۔ کہیں جنگل میں نکلجاؤں گا۔ شیخصاحب نے فرمایا۔ کہ میں جانتا تھا۔ کہ بارش ضرور ہوگی۔ خواجہ صاحب نے پوچھا۔ آپ کو کیسے معلوم تھا۔ فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ سلطان شمس الدین کے پاس نیچے بیٹھنے پر مجھ میں اور سید نور الدین مبارک نور اللہ مرقدہٗ میں تکرار ہو پڑی۔ میں نے ایسی باتیں کہیں۔ جس سے سید نور الدین رح ناراض ہو گئے۔ مجھے اب جبکہ مجھے دُعائے باراں کے لئے کہا گیا۔ تو میں نے سید صاحب کے روضہ پر جا کر کہا۔ کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ اور لوگوں نے مجھے دُعائے باراں کے لئے کہا ہے۔ اگر آپ مجھ سے صلح کریں۔ تو میں دُعا کروں ورنہ نہیں۔ تو روضہ مبارک سے آواز آئی۔ کہ جاؤ میری صلح ہے۔ جا کر دُعائے باراں پڑھو ؛

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ بصرے میں قحط پڑا اور بارش نہ ہوئی۔ لوگوں نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر عرض کی۔ کہ اگر آپ دُعا کریں تو اُمید ہے کہ بارش ہو جائے جب بہت منت وسماجت کی۔ تو فرمایا۔ کہ اچھا جامع مسجد میں اکٹھے ہو۔ میں دُعائے باراں پڑھوں گا۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے جمعہ کی نماز کے بعد منبر پر چڑھ کر دُعائے باراں پڑھی۔ اور دستار اور جبہ جو آستین میں لائے تھے نکال کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ کہ اس جامے کی حرمت سے جسے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے دستِ مُبارک نے چھُوا ہے۔ بارانِ رحمت بھیج۔ ابھی یہ بات کہنے بھی نہ پائے تھے کہ اس قدر بارش ہوئی۔ کہ سات روز تک بھرے سے پانی کم نہ ہوا۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ دہلی میں سخت قحط پڑا۔ تمام مشائخ اور خلقت دعائے باراں کے لئے باہر میدان میں نکل آئی۔ شیخ نظام الدین نے منبر پر چڑھ کر دعائے باراں پڑھی اور آستین سے ایک کپڑا نکال کر آسمان کی طرف مُنہ کر کے لب ہلائے بارش ہونے لگی۔ اور بعد میں بہت سخت بارش ہوئی۔ جب شیخ صاحب گھر میں آئے تو آپ سے پوچھا گیا۔ کہ یہ کپڑا کیسا تھا۔ فرمایا میری والدہ صاحبہ کا دامن۔

پھر فرمایا۔ کہ جس شہر میں بارش نہ ہو۔ وہاں رات کو سورۃ دخاں کا ختم پڑھنا چاہیئے۔ شیخ الاسلام یہ فوائد ختم کرتے ہی یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد علیٰ ذالک

فصل بستم

سخن در کشف و کرامت افتادہ بود

جب پابوسی کی دولت حاصل ہوئی۔ تو اُس وقت مولانا شہاب الدین بخاری اور اور عزیز حاضرِ خدمت تھے۔ کشف و کرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ جس طرح پیغمبروں کا معجزہ برحق ہے۔ لیکن مذہبِ سلوک کی رو کرامت کا اظہار کرنا اچھا نہیں چنانچہ لکھا ہے کہ "فرض اللہ علی اولیاء کتمان الکرامۃ کما فرضنا علی انبیاء اظہار المعجزۃ" اللہ تعالیٰ نے اولیاء پر کرامت کا چھپائے رکھنا ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا پیغمبروں پر معجزے کا ظاہر کرنا مطلب یہ کہ جو شخص اظہار کرامت کریگا۔ وہ گویا فرض کا تارک ٹھیریگا۔

پھر فرمایا۔ کہ ہمارے خواجگان نے سلوک کے پندرہ مراتب مقرر کئے ہیں۔ جن میں سے پانچواں مرتبہ کشف و کرامت کا ہے۔ اگر سالک اس مرتبے میں اپنے تئیں کشف کرے۔ تو جائز نہیں۔ سالک کو پندرہ ہی طے کرنے چاہئیں۔ پھر کشف کرنا چاہیئے۔

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا۔ کہ لوگوں کو کس طرح معلوم ہو کہ کون شخص سلوک کے مراتب میں بدرجۂ کمال ترقی کر گیا ہے۔ اور سارے مراتب طے کر لئے ہیں۔ فرمایا۔ اگر وہ شخص مُردے پر دم کرے اور مردہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُٹھ کھڑا ہو۔ تو سمجھو کہ وہ شخص کمال کو پہونچ چکا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز جب یہ فوائد بیان فرما رہے تھے۔ تو اتنے میں ایک بڑھیا عورت روتی ہوئی آئی اور آداب بجا لا کر کہنے لگی۔ کہ میرا ایک لڑکا تھا۔ جسے بادشاہ نے بے گناہ سُولی چڑھا دیا ہے۔ یہ سُنتے ہی آپ عصا لیکر اُٹھے اور اصحاب کو ہمراہ لیکر باہر آئے۔ بڑھیا آگے آگے ہولی۔ جب لڑکے کے پاس پہنچے۔ تو خلقت ہندو مُسلمان سبھی قسم کی ہجوم لئے

ہوئے تھی۔ خواجہ صاحب نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ کہ اے پروردگار! اگر بادشاہ نے اس لڑکے کو ناحق ناروا سولی چڑھایا ہے۔ تو اسے زندہ کر دے۔ ابھی خواجہ صاحب بات بھی ختم کرنے نہ پائے تھے۔ کہ لڑکا زندہ ہو گیا۔ اور اُٹھ کر چلنے لگا۔ اس روز کئی ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔ بعد ازاں خواجہ قطب الدین صاحب نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ انسان اس سے زیادہ درجہ حاصل ہی نہیں کر سکتا۔ جو کہ خواجگان میں پایا جاتا ہے ÷

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! میری والدہ ازحد بزرگ اور صاحب کشف و کرامت تھیں۔ چنانچہ ایک رات جب چور گھر میں آیا۔ تو اور سب سوئے ہوئے تھے۔ صرف والدہ صاحبہ جاگتی تھیں۔ اور یادِ الٰہی میں مشغول تھیں۔ چور آتے ہی اندھا ہو گیا۔ اور باہر نہ نکل سکا۔ تو کہنے لگا۔ کہ اگر اس گھر میں کوئی مرد ہے تو میرا باپ اور بھائی ہے۔ اگر عورت ہے تو میری ماں اور بہن ہے۔ جو ہے سو ہے۔ اسی کی ہیبت سے میری بینائی جاتی رہی ہے۔ میرے حق میں دُعا کرے تاکہ میری آنکھیں روشن ہو جائیں میں توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ عمر بھر چوری نہیں کروں گا۔ یہ سن کر میری والدہ صاحبہ نے دُعا کی۔ تو اُس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور وہ چلا گیا۔ جب دن چڑھا۔ تو میری والدہ صاحبہ نے اس بات کا کسی سے ذکر نہ کیا۔ ایک گھڑی بعد ایک شخص اپنا اہل و عیال ہمراہ لیکر چھاچھ کا مٹکا سر پر رکھے آیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ اور چوری سے توبہ کی ÷

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں پر عبداللہ مسعود بکریاں چرا رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے اُس سے تھوڑا دودھ مانگا۔ اس نے عرض کی۔ کہ میں امین ہوں میں کس طرح دے سکتا ہوں! امیر المومنین ابابکر صدیق رضؓ نے بھی فرمایا۔ کہ آپ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور میں آنجنابؐ کا یار ہوں۔ اگر تو تھوڑا سا دودھ دے دیگا تو کیا ہوگا۔ اس نے عرض کی۔ کہ میں امانتدار ہوں مجھے دودھ دینے کی اجازت نہیں۔ بعد ازاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کوئی ایسی بکری لا جس سے بکرے نے جفتی نہ کی ہو۔ لائی گئی تو سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کی پیٹھ پر دستِ مبارک پھیرا۔ تو اس نے اس قدر دودھ دیا۔ جس کی کوئی حد نہیں ÷

پھر فرمایا۔ کہ روایت کرتے ہیں۔ کہ جب تک وہ بکری زندہ رہی۔ ہر روز پانچ سیر دُودھ دیتی رہی ÷

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں غزنی کے علاقے میں بطور مسافر وارد تھا۔ وہاں پر ایک غار میں بزرگ کو دیکھا۔ جو ازحد بزرگ اور یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ میں نے غار میں جا کر سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اے عزیز! انتیس سال سے میں اس غار

میں رہتا ہوں۔ میری خوراک عالم غیب سے آتی ہے۔ اگر کچھ ملجاتا ہے تو کھالیتا ہوں ورنہ شکر کرتا ہوں۔ الغرض جب نماز کا وقت ہوا۔ تو اُسکے ہمراہ مَیں نے بھی نماز ادا کی۔ اور منتظر تھا۔ کہ روزہ کس چیز سے افطار کرینگے۔ کھجور کا درخت پاس تھا۔ اس بزرگ نے اُسے ہلایا تو اس سے دس کھجوریں گریں۔ پانچ مجھے دیں اور پانچ آپ کھائیں۔ پانی نہ تھا۔ سو اس نے پاؤں زمین پر مارا تو چشمہ جاری ہوگیا۔ میں آداب بجالاکر واپس آنے لگا۔ تو مصلے تلے ہاتھ ڈال کر پانچ اشرفیاں مجھے عنایت کیں*

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں اور شیخ جلال تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز بداؤں پہنچے ایک روز گھر کی دہلیز میں بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص چھاچھ بیچنے والا مٹکا اٹھائے پاس سے گذرا۔ وہ بداؤں کے نزدیک موتی نام گاؤں کا رہنے والا تھا۔ جہاں کے آدمی چوری اور رہزنی میں مشہور تھے۔ الغرض جب اس کی نگاہ شیخ جلال الدین رح کے چہرہ مبارک پر پڑی۔ تو فوراً اس کا دِل پھر گیا۔ جب شیخصاحب نے اس کی طرف دیکھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ دین محمدی میں ایسے مرد ہوتے ہیں۔ فوراً ایمان لایا۔ آپ نے اس کا نام علی رکھا۔ مسلمان ہوکر گھر سے ایک لاکھ جیتل (سکے کا نام) لے آیا۔ شیخ صاحب نے قبول کر کے فرمایا۔ کہ اس روپے کو تم ہی اپنے پاس رکھو۔ جس طرح میں کہونگا خرچ کرنا۔ الغرض اس روپے میں سے ہر ایک حاجتمند کو کچھ نہ کچھ دیتے۔ کسی کو چالیس کسی کو پچاس کسی کو کم و بیش۔ لیکن کم از کم پانچ ضرور دیتے۔ جب ایک درم باقی رہ گیا۔ تو علی نے سوچا۔ کہ اب تو صرف ایک درم رہ گیا ہے۔ اور آپ پانچ کا حکم فرمایا کرتے ہیں۔ اب اگر فرمائینگے۔ تو اور چار کہاں سے لاؤنگا۔ اسی سوچ میں تھا کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اسے ایک درم دیدے۔ یہ حیران رہ گیا۔ آخر جب شیخصاحب وہاں سے روانہ ہوئے۔ تو علی نے ہمراہ جانا چاہا۔ آپ نے فرمایا۔ واپس چلا جا۔ شیخصاحب نے بہتیرا سمجھایا لیکن وہ منت وسماجت کئے گیا۔ آخر فرمایا۔ کہ جاؤ مصلحت اسی میں ہے۔ کیونکہ یہ شہر تمہاری حمایت میں ہے۔ جب شیخصاحب چلے گئے۔ تو علی بھی واپس چلا آیا*

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کئے۔ تو اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک*

فصل بست و یکم ۲۱

سخن در تعظیم داشتن پیر افتادہ بود

جب پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت مولانا یحییٰ غریب۔ مولانا نظام الدین بداؤنی۔ شیخ جمال الدین ہانسوی شیخ برہان الدین ہانسوی اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے۔ پیر کی تعظیم کرنے کے بارہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! مرید کو چاہئے۔ کہ پیر کا فرمان

دل وجان سے بجالاتے ہیں۔

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ سے پوچھا گیا۔ کہ پیر کا حق مرید پر کس قدر ہے؟ فرمایا۔ اگر ساری عمر پیر کے ہمراہ حج کی راہ میں پیر کو سر پر اُٹھائے رکھے۔ تو بھی پیر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

پھر فرمایا۔ کہ میں خواجہ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ہمراہ بیس سال تک خدمت میں ہمراہ رہا۔ ایک مرتبہ ہم ایسے جنگل میں پہنچے۔ جہاں پرندہ بھی نہیں پر مار سکتا تھا۔ ہم تین دن تک اسی جنگل میں پھرتے رہے۔ میں نے سنا ہوا تھا۔ کہ اس بیابان کے پاس ایک پہاڑ ہے۔ جہاں پر ایک بزرگ رہتا ہے۔ آپ نے مجھے دو گرم روٹیاں مصلّے تلے سے نکال دیں۔ کہ اس بزرگ کی خدمت میں لیجاؤ۔ اور میرا سلام پہنچاؤ۔ جب میں نے اس بزرگ کے سامنے رکھیں اور سلام عرض کیا۔ تو اس نے ایک مجھے دی اور ایک اپنے افطار کے لئے رکھی۔ اور پھر مصلے تلے سے چار کھجوریں نکال مجھے دیں۔ کہ یہ شیخ معین الدین کو دینا۔ جب میں کھجوریں لیکر آیا۔ تو شیخ صاحب دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور فرمایا۔ کہ اے درویش! پیر کا فرمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہوتا ہے۔ پس جو پیر کا فرمان بجالاتا ہے۔ گویا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بجالاتا ہے۔

بعد ازاں روزے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ "للصائم فرحتان فرحۃ عند الافطار و فرحۃ عند اللقاء ربہٖ" روزہ دار کو دو فرحتیں حاصل ہوتی ہیں ایک افطار کے وقت دوسری دیدار الٰہی کے وقت۔ جب روزہ دار روزے کو پورا کرتا ہے۔ تو اسے یہ دو فرحتیں حاصل ہوتی ہیں۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ یہ طاعت مجھ سے پوری ہوئی۔ اب اس نعمت کا امیدوار ہوں۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! ہر ایک طاعت کی جزا ہے۔ روزے کی جزا دیدار الٰہی ہے۔ جس طرح روزہ دار روزہ ختم کرنے پر خوش ہوتا ہے۔ ویسے ہی لقائے ربانی کی امید سے خوش ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام نے یہ فرماتے ہی سر مراقبہ میں کیا۔ اور دیر تک مراقبہ کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

فصل بست و دوم

سخن در ذکر رنج و محنت مشقت افتادہ بود

جب دولت پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت مولانا بہاؤ الدین غریب۔ مولانا نظام الدین

بداؤنی شیخ جمال الدین ہانسوی۔ اور خواجگانِ چشت کے خانوادے کے چھ درویش حاضر خدمت تھے اور بات رنج و محنت اور مشقت کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! جب انسان پر رنج و محنت نازل ہو۔ تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ کس سبب سے اور کہاں سے نازل ہوئی ہے۔ اور اس سے تنبیہ حاصل کرنی چاہیئے۔ جو شخص ہر وقت طاعت میں رہتا ہے۔ اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچتی۔ نہ اس واسطے کہ اُس کی رسی دراز کی ہوئی ہوتی ہے۔ بلکہ اس واسطے کہ اُسے ایسے کاموں سے باز رکھا جاتا ہے۔ جو خواری اور بے عزتی کا باعث ہوتے ہیں +

پھر فرمایا۔ کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ اگر میرے پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے تو میں معلوم کر لیتی ہوں۔ کہ کس سبب سے ایسا ہوا +

نیز جب آپ پر تہمت لگائی گئی۔ تو بارگاہِ الٰہی میں مناجات کی۔ کہ اے پروردگار! مجھے معلوم ہے۔ کہ یہ تہمت مجھ پر کیوں لگی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تیری محبت کا دعوے کرتے تھے اور کچھ میلانِ طبع میری طرف بھی تھا۔ اس واسطے یہ تہمت لگائی گئی ہے +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! کہ جب لوگ مصیبت میں صبر کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالے اُنکے گناہوں کو ملیامیٹ کر دیتا ہے +

پھر فرمایا۔ کہ درد اور زحمت بڑی اچھی چیز ہے۔ جو انسان کو گناہوں سے پاک کرتی ہے گناہوں سے پاک کرنے والی زحمت ہی ہے +

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ سعادت گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے +

پھر فرمایا۔ کہ میں نے خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے۔ کہ ایک مرتبہ میں خواجہ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ کے وجود میں کمی آگئی تھی۔ مگر میں نے کبھی آپ کو صحت کیلئے ملتجی ہوتے نہ سُنا۔ ہاں یہ دُعا کرتے تھے۔ کہ پروردگار! جہاں کہیں درد اور محنت ہے۔ شیخ معین الدین کی جان پر بھیج۔ ایک موقعہ پر میں نے عرض کی۔ کہ جناب یہ آپ کیسی دعا کرتے ہیں۔ کہ سخت رنج و مصیبت میں مبتلا ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ فرمایا۔ جو اس قسم کی دُعا کرتا ہے یہ اُس کے ایمان کی صحت کی علامت ہے۔ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے۔ گویا ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی یہ عادت تھی۔ کہ بڑی خواہش اور چاہت سے بیماری اور درد کے لئے ملتجی ہوتیں۔ اور جس روز تپ وغیرہ کوئی مصیبت نازل نہ ہوتی۔ تو

بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں۔ کہ اے پروردگار! شاید تو اس بڑھیا کو بھول گیا ہے۔ جو آج مصیبت نازل نہیں فرمائی +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! کہ جب خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز تپ۔ درد یا کسی اور مصیبت میں مبتلا ہوتے۔ تو شکرانہ میں اس رات ہزار رکعت نماز ادا کرتے +

پھر فرمایا۔ کہ جب مہتر ایوب علیہ السلام کی صحت کا وقت قریب پہنچا۔ تو کیڑا جو آپ کے وجودِ مُبارک سے زمین پر گرا۔ تو آپ نے اُٹھا کر پھر اُس کی جگہ پر رکھدیا۔ جس نے ایسا ڈنگ مارا۔ کہ آپ نعرہ مار کر گر پڑے۔ اُسی وقت مہتر جبرائیل نے آکر کہا۔ کہ فرمانِ الٰہی یُوں ہے۔ کہ اس کیڑے کو گرنے کا حکم ہُوا تھا۔ آپ نے نافرمانی کر کے اسے اُٹھا کر پھر اُس کے مقام میں رکھدیا۔ پس جو نافرمانی کرتا ہے۔ اُس کی سزا یہی ہوتی ہے +

بعدازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ سلطان شمس الدین انار اللہ بُرہانہٗ نے اپنا وزیر بھیجا۔ تاکہ بادشاہ کی صحت کے لئے آپ سے التجا کرے۔ جب وزیر نے آکر عرض کی۔ تو شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ والیئے دہلی کی صحت کے لئے بااخلاص فاتحہ پڑھو۔ حاضرین نے فاتحہ پڑھا۔ تو وزیر کو فرمایا۔ کہ جاؤ تندرست ہو گیا ہے لیکن بیماری ایمان کی صحت کی علامت ہوتی ہے۔ اور اس کے سبب گناہوں سے پاک ہوتا ہے +

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد بیان کئے۔ تو رو کر فرمایا۔ کہ اے درویش! اس راہ میں عاشقوں نے درد و بلا کو اپنی خوراک بنایا ہے جس دن اُن پر بلا نازل نہیں ہوتی۔ وہ اپنا ماتم سمجھتے ہیں۔ کہ آج ہمیں دوست نے یاد نہیں کیا۔ بھُول گیا ہے۔ اگر فراموش نہ کرتا۔ تو ضرور کسی چیز سے یاد کرتا۔ اور بیماری یا بلا میں مبتلا کرتا۔ جب کسی درد یا بلا میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو شکرانے میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اور یہ شکرانہ دوست کی یاد آوری کا ہوتا ہے۔ پس اے درویش! راہِ محبت میں صادق وہ شخص ہے۔ جو بڑی خواہش سے درد و بلا کے لئے التماس کرے۔ کیونکہ ہمیشہ کی درد و محنت عاشق کے لئے اسرار و انوارِ الٰہی ہے +

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! خواجہ منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ ایک سال تک تپ میں مبتلا رہے اس عرصے میں کسی نے نہ دیکھا۔ کہ آپ نے طاعت میں کمی کی ہو۔ بلکہ اور زیادہ طاعت کی +

بعدازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! اہلِ سلوک لکھتے ہیں۔ کہ درد۔ زحمت اور بلا عاشقوں کے لئے حلوے کی طرح ہے۔ جو خوشی کے وقت بچوں کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ خوش ہوں۔ پس اگر درد و محنت میں نعمت نہ ہوتی۔ تو آدم صفی اللہ اسے قبول نہ کرتے۔ اگر اندوہ و غم میں بے نہایت راحت نہ ہوتی۔ تو ایوب علیہ السلام صابر بصبر نہ کرتے۔ اور اگر درد و بلا میں شوق اور اشتیاق نہ ہوتا۔ تو مہتر داؤد ؑ

ہزار ہا نیاز سے اُس کے لئے ملتجی نہ ہوتے۔ اور مجاہدہ قبول نہ کرتے۔ پس اسی بات کو مدنظر رکھ کر پیغمبروں۔ اولیاؤں اور عاشقوں نے بڑی خواہش سے درد وبلا کے لئے التماس کی ہے۔ جو اس جہان میں ذرہ بھر درد بھی نہیں رکھتا۔ وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا ؁

بعدازاں فرمایا۔ کہ اے درویش! جب شیخ الاسلام نے یہ لفظ زبان مُبارک سے فرمایا۔ تو آبدیدہ ہوکر یہ فرمایا۔ کہ اے درویش! ہم مسافر ہیں۔ ہم بلا کے سر پر بیٹھے ہیں۔ اور یہ بلا دُنیا ہے۔ اچانک ہی ہماری عمر کی بساط لپیٹ لی جائے گی۔ اور ہمارا مقام و منزل قبر میں بنائینگے۔ یہ بات فرماتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؁

بارہ سال کے عرصے میں آنجناب کی زبان گوہر فشاں سے جو اسرار و رموز اور الفاظ سُنے وہ اس مجموعے میں لکھے گئے ہیں۔ اگر عمر نے وفا کی۔ تو انشاء اللہ تعالےٰ جو کچھ جناب کی زبان مبارک سے سنُوں گا قلمبند کروں گا ؁ فقط

تمام شد

تصوّف کی کتابون کا اشتہار

محکم الفقرا

یہ کتاب بھی حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف سے ہے حضرت نے اسمیں بھی طالبانِ مولیٰ کے لئے سہل طریق حصول مقصد کے لئے نہایت آسان راستے بیان فرمائے ہیں اور فقیر کو حصولِ علم شریعت پر بڑے زور سے مائل کیا ہے۔ ہر ایک مراتب اور منازل کی بڑی وضاحت سے تفصیل فرمائی ہے۔ اگر طالبانِ مولیٰ تحریر شدہ قواعد کی پابندی کریں تو بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاویں نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر یہ کتاب چھپ کر تیار ہے قیمت ۲

مرأۃ العارفین

یہ کتاب عربی میں تصنیف لطیف جگر گوشہ رسُول مقبول احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم و نور دیدۂ علی المرتضیٰ جناب سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی راہِ سلوک میں ہے۔ جناب امام علیہ السلام نے طریق سلوک کو نہایت عمدگی سے بتایا ہے اس کتاب کا اردو ترجمہ عربی کے نیچے ساتھ ساتھ ہے۔ خوبی اور برکت پڑھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ نہایت عمدہ لکھائی۔ اعلیٰ چھپائی نفیس کاغذ پر چھپوائی گئی ہے۔ قیمت - - - ۴ر

حیاتِ جاودانی یعنی مناقب و حالات حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بزبانِ اردو

یہ کتاب نایاب جو حضرت غوث صمدانی قطب ربانی محی الدین سید شیخ عبد القادر گیلانی کے حالات و کرامات و مناقب میں جامع ہے عربی قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبد القادر مطبوعہ مصر کا نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ ہے اس کتاب میں حضرت موصوف کے بچپن سے لیکر اخیر تک کے کل حالات مع کرامات عالیہ نہایت تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ آپکے علم و فضل کے حالات۔ آپکے مدرسہ کی کیفیت۔ آپکے یاران صحبت کے سوانح۔ اور اُن بزرگوں کے حالات جو آپکے زمانہ میں اولیائے کرام میں سے تھے نیز آپ کے شاگردوں کے حالات اور اُن لوگوں کا ذکر جن کو جناب عالیمقام سے فیض باطنی نصیب ہوا آپکے فرزندانِ عالیمقام کے حالات اور شجرۂ انساب اسکے علاوہ دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے آج تک اُردو زبان میں کوئی ایسی جامع کتاب نہیں چھپی۔ لہذا بپاس خاطر عاشقانِ جناب غوث اعظم و طالبانِ جناب محبوب ربانی غوث الثقلین سید عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیش بہا کتاب کو عربی سے اُردو میں بصرف زر کثیر ترجمہ کیا گیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ ۱عہ ر

المشتہران

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی کوچہ ککے زئیان بازار کشمیری لاہور

اُردو ترجمہ کتاب ہدایت الطالبین

اس متبرک کتاب میں حضرت برہان العاشقین و قدوۃ السالکین فخر خاندان حضرت نقشبندیہ حضرت قبلۂ عالم امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس سرہٗ کے تمام معمولات اور عملیات بہ تفصیل درج ہیں - جو ہر ایک عاشق الٰہی کی جان ہے ÷ قیمت ... ... ۳؍

اُردو ترجمہ مکتوبات میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمۃ

حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا اردو ترجمہ طالبان راہ حقیقت کیلئے اُسکا مطالعہ نہایت ضروری ہے حضرت موصوف نے دنیا کی بے ثباتی اور ذات باریتعالےٰ کی محبت کو اس طریق سے بیان فرمایا ہے کہ پڑھتے وقت طبیعت متاثر ہوتی ہے ÷ قیمت ... ... ۶؍

اُردو ترجمہ کتاب مجمع الاسرار

جناب پیر بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ قادریہ کے ذکر اذکار اور اوراد کے علاوہ سلسلہ نقشبندیہ و سلسلہ چشتیہ کے ذکر اذکار وغیرہ بھی بہ تفصیل بیان فرمائے ہیں بلکہ بعض عملیات بھی بوضاحت لکھے ہیں اور اس کے ساتھ طریقہ اویسیہ کے حالات پر نہایت عمدہ بحث فرما کر طالب کی تسلی فرمائی ہے - قابل دید کتاب ہے ÷ قیمت ... ... ۱۰؍

مکمل مجموعۂ ابیات حضرت علی حیدر علیہ الرحمۃ

یہ وہ پنجابی نظم ہے جس کی عوام الناس کو عموماً اور صوفیان صفا کیش کو خصوصاً تلاش اور تجسس تھی - اس کا ہر ایک شعر توحید و محبت الٰہی سے پُر ہے عاشقانِ باللہ و عارفان فنا فی اللہ کیلئے رفیق شفیق ہیں - قوالوں کی جان صوفیوں کا ایمان ہیں اشعار کیا ہیں تیر و نشتر ہیں جو کلیجہ سے باہر ہوئے جاتے ہیں - کون شخص ہے جو مصنف علیہ الرحمۃ کے نام نامی و اسم گرامی سے واقف نہ ہو آپ نہایت کامل اکمل بزرگ اہل اللہ میں سے ہیں - جا بجا اشعار میں آپ نے سچے عشق کا ثبوت دیا ہے - بچے سے بوڑھے تک اگر کسی جگہ یہ شعر پڑھے جاتے ہوں تو سننے کیلئے ہمہ تن گوش بن جاتے ہیں حس و حرکت نام تک کو نہیں رہتی گویا در و دیوار پر حسرت برستی ہے غرضیکہ جواہر آبدار و لآلی شاہوار کو گیارہ سال کی لگاتار محنت و تلاش و تجسس سے ناظرین و شائقین کے لئے بہم پہنچا کر شائع کئے ہیں ÷ قیمت ... ... ۴؍

اُردو ترجمہ کتاب مجالس الحسنہ

از ارشادات و حالات خاندان حضرت خواجہ کمال الدین علامہ چشتی رضی اللہ عنہ و ملفوظات حضرت خواجہ حسن محمد چشتی رضی اللہ عنہ - جمع کردہ حضرت مظہر اللہ التام الصمد حضرت خواجہ محمد رحمۃ اللہ علیہ چشتی مصنف چہل و دو رسائل نبیرہ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ÷ قیمت ... ... ۲؍

اُردو ترجمہ کتاب قبالوذہ بہشتی

یہ کتاب تصنیف حضرت زبدۃ العارفین حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے - کتاب ہذا میں حضرت ممدوح نے زہاد الٰہی کیلئے ایسے ایسے نصائح تحریر فرمائے ہیں جنہیں پڑھکر دل خود بخود اپنے مولا کی طرف رجوع ہو جاتا ہے ÷ قیمت ... ... ۴؍

اربعین انوار

یعنی چہل حدیث اخلاقی جناب سرور کائنات کا نہایت عجیب غریب اُردو ترجمہ ÷ قیمت ... ... ؍

حیات جاودانی

یعنی

مناقب وحالات حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بزبان اردو

یہ کتاب نایاب حضرت غوث صمدانی قطب ربانی میراں محی الدین سید عبدالقادر گیلانی کے حالات وکرامات میں جامع ہر عربی کتاب

قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادر

مطبوعہ مصر کا نہایت سلیس بامحاورہ اُردو ترجمہ ہے

اِس کتاب میں حضرت موصوف کے بچپن سے بلکہ اخیر تک کے کل حالات مع کرامات عالیہ نہایت تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ آپکے علم وفضل کے حالات۔ آپکے مدرسہ کی کیفیت آپکے یاران صحبت کے سوانح اور اُن بزرگوں کے حالات جو آپکے زمانہ میں اولیاے کرام میں سے تھے۔ نیز آپکے شاگردوں کے حالات اور اُن کا ذکر جن کو جناب عالیمقام سے فیض باطنی نصیب ہوا ہے۔ آپکے فرزندان عالیمقام کے حالات اور شجرہ انساب اس کے علاوہ دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے آج تک اُردو زبان میں کوئی جامع کتاب نہیں چھپی ✤ قیمت .. .. عہ

اُردو ترجمہ اسرار الطریقت

یعنی جناب قدوۃ العارفین حضرت شاہ محمد غوث لاہوری ثم الپشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی لکھی ہوئی کتاب جس میں حضرت نے اپنے تمام حالات از اول تا آخر نیز جن بزرگوں سے جناب کو فیض باطنی پہنچا ہے۔ نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ طالب کیلئے طریق اذکار بھی نہایت شرح وبسط کیساتھ بتلائے گئے ہیں۔ آخیر حصہ میں جناب نے شجرہ طریق بھی بزرگوں کے لکھے ہیں۔ آپ قادری طریقہ کے نہایت زبردست اور کامل اکمل بزرگ گذرے۔ جناب کے ان ملفوظات کو پڑھنے اور ہدایات پر عمل کرنے سے خدا کا راستہ نہایت آسانی سے ملتا ہے۔ طالبان مولا کو اسے ضرور پڑھنا چاہیئے یہ کتاب نہایت محنت سے ترجمہ کر کے عمدہ چھاپی گئی ہے ✤ قیمت ۱۲ر

اُردو ترجمہ کتاب زبدۃ المقامات

یہ نادر اور بے مثل کتاب حضرت قطب الاقطاب وپیر شیخ وشاب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وخواجہ جہان شاہ والامکان حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات اور آپ کے خلفائے نامدار اور آپ کی اولاد پاک کے حالات سے پُر ہے۔ حلقہ بگوشان سرکار نقشبندیہ اس نعمت غیر مترقبہ کو خرید کر حرز جان بنائیں۔ بڑی محنت سے مشتاقان جمال نقشبندیہ کیلئے بامحاورہ اردو ترجمہ کرایا ہے۔ ضخامت بہت بڑی۔ چھپائی لکھائی محتاج تعریف نہیں ✤ قیمت .. .. .. عاﷲ

المشتہران

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

بازار کشمیری — کوچہ ککے زیاں — منزل نقشبندیہ — لاہور